

DELHI UNIVERSITY LIBRARY

Cl. No. *P/68*

EDU
168 N6-151

Ac. No. *E 8111*

Date of release for loan

This book should be returned on or before the date last stamped below. An overdue charge of 0 6 nP. will be charged for each day the book is kept overtime.



**DELHI UNIVERSITY
LIBRARY**

مِصْبَاحُ الْقَوَاعِدِ

حصّہ صرف
مصلّٰی از

مولوی فتح محمد خاں جالندھری

مشمولہ نصاب ادیب پنجاب یونیورسٹی
صرف ایسی باتیں خارج کی گئی ہیں جو قطعاً غیر ضروری تھیں

ح

پچاس امتحانی سوالات

پبلشر

آزاد بک ڈپو۔ بازار۔ امرتسر



کتاب خانہ محمد رفیع اردو بازار لاہور

ان طلباء اور طالبات کے

نام
جن کیلئے

اس کو ترتیب دینے میں
سالہا سال صرف کئے گئے

ایک ہزار

تعداد

قیمت :- دو روپے

فہرست مندرجات

گزارش	۹	مکملے کی قسمیں	۳۴
اصل کتاب پر تبصرہ	۱۱	اسم - فعل - حرف	۳۴
کچھ مصنف کے متعلق	۱۳	اسم کا بیان	۳۵
دین چرکتاب		جامد - مصدر - مشتق	۳۵
اصطلاحات	۲۱	۱ - جامد کی قسمیں :-	۳۶
حروف ہتھی	۲۲	معرفہ اور کجرہ	۳۶
شمسی اور قمری حروف	۲۳	معرفہ کی قسمیں :-	۳۶
قمری حروف کی مثالیں	۲۴	علم - ضمیر - اشارہ - موصولی	۳۶
شمسی حروف کی مثالیں	۲۴	۱ - علم کی قسمیں :-	۳۶
حروف علت اور حروف عجز	۲۴	خطاب - لقب - حرف - کثرت اور	۳۶
بعض حروف کے امتیازی نام	۲۶	تخلص	۳۶
اعراب یا حرکات و سکنات اور دیگر	۲۶	۲ - ضمیر اور مرجع	۳۶
ضروری اصطلاحات	۳۳	۳ - اشارہ - مشار الیہ	۳۶
علم صرف	۳۴	۴ - موصول اور صلہ	۳۶
لفظ	۳۴	نکرہ کی قسمیں :-	۳۶
موضوع - کلمہ اور مہمل	۳۴	ذات کنایہ - استفہام اور مسافت	۳۶

۶۱	قواعد (واحد و جمع)	
۶۲	نذر کی جمع	۱۔ اسم ذات کی قسمیں :-
۶۳	مونث کی جمع	آلہ نظر۔ محوت۔ مصخر
	حروف علامہ کے ساتھ جمع بنانے کے	اور مکبر
۶۳	قاعدے	۴۳
۶۴	حروف علامہ کا اثر واحد الفاعل پر	۴۴
۶۵	جمع کی دوسری صورتیں	۴۵
۶۶	جمع الجمع	۴۶
۶۷	اسم جمع	۴۷
۶۸	واحد اور جمع کا استعمال	۴۸
۶۹	۲۔ اسم مصدر	۴۹
۷۰	مصدر اصلی اور مصدر جہلی	۵۰
۷۱	جہلی مصدر بنانے کے چند قاعدے	۵۱
۷۲	لازم اور متعدی	۵۲
۷۳	متعدی مصدر کی قسمیں :-	۵۳
۷۴	بلا واسطہ۔ متعدی المتعدی اور	۵۴
۷۵	بالواسطہ	۵۵
۷۶	مصدر لازم سے متعدی بنانے	۵۶
۷۷	کے طریقے۔	۵۷
۷۸		۵۸
۷۹		۵۹
۸۰		۶۰
۸۱		۶۱
۸۲		۶۲
۸۳		۶۳
۸۴		۶۴
۸۵		۶۵
۸۶		۶۶
۸۷		۶۷
۸۸		۶۸
۸۹		۶۹
۹۰		۷۰
۹۱		۷۱
۹۲		۷۲
۹۳		۷۳
۹۴		۷۴
۹۵		۷۵
۹۶		۷۶
۹۷		۷۷
۹۸		۷۸
۹۹		۷۹
۱۰۰		۸۰

۸۸	۱۔ ہنی۔ مضارع مستقبل	۸۸	منہدی سے منہدی بالواسطہ
۸۸	حال اور ماضی	۸۸	بنانے کے طریقے
۸۸	ماضی کی قسمیں :-	۸۸	مصدر مجزہ اور مصدر مزید فیہ
۸۸	مطلق - قریب - بعید - شکی	۸۸	مصدر مزید فیہ کی شکلیں
۸۸	شرطی اور استمراری	۸۸	۳۔ اسم مشتق
۸۹	مردود و مجہول	۸۹	۱۔ اسم فاعل
۹۰	مثبت و منفی	۸۹	اسم فاعل سماعی اور ترکیبی
۹۱	۱۔ امر	۹۱	۲۔ اسم مفعول
۹۲	۲۔ ہنی	۹۲	اسم مفعول سماعی اور ترکیبی
۹۲	۳۔ مضارع	۹۲	۳۔ اسم کیفیت (حاصل مصدر)
۹۸	۴۔ مستقبل	۹۸	۴۔ اسم معاوضہ
۹۹	۵۔ حال	۹۹	۵۔ اسم حال
۱۰۰	۶۔ ماضی	۱۰۰	فعل کا بیان
۱۰۱	۷۔ ماضی مطلق	۱۰۱	ماقیص اور تمام
۱۰۲	۸۔ علامت فاعل کا استحصال	۱۰۲	متکلم - حاضر - غائب
۱۰۳	۹۔ ماضی قریب	۱۰۳	گردان
۱۰۴	۱۰۔ ماضی بعید	۱۰۴	ہے - تھا اور سہی
۱۰۵	۱۱۔ ماضی شکی یا ضامی	۱۰۵	زمانے
۱۱۰	۱۲۔ ماضی شرطی یا تمنائی	۱۱۰	فعل کی قسمیں

۱۲۰	امدادی افعال	۱۱۳	امتی امتزازی یا تمام
		۱۱۴	بحث مجهول
۱۲۵	امتیانی سوالات	۱۱۷	بحث لغی
		۱۱۹	تعلی معطوت

گزارش

مولوی فتح محمد خاں جالندھری کی مشہور کتاب مصباح القواعد کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ مرحوم خوش تھے کہ ان کی سچی کے بغیر یہ کتاب محض اپنی خوبیوں کی بنیاد پر پنجاب یونیورسٹی کے نصاب میں داخل کر لی گئی۔ میرے خیال میں اس کے بلند پایہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ۱۹۰۳ء میں اردو کی سب سے بڑی جماعت انجمن ترقی اردو نے ”اپنی طرف سے اردو زبان کے قواعد پر ایک مکمل اور بسیط کتاب تیار کرانے“ کا ارادہ ترک کر کے اسی کتاب کو اضافہ، ترمیم، دراستہ کے بعد اپنا لیا۔“

باہمہ اوصاف امتحانی نقطہ نظر سے اس پر نظر ثانی کی ضرورت تھی۔ پھر اس کی ہر اشاعت پر کتابوں نے جو اصلاحیں دی ہیں۔ ان کی وجہ سے بعض نقطوں کی صورت بالکل مسخ ہو گئی تھی۔ لہذا میں نے پوری کتاب پر

”نظرِ غائر ڈالی۔ اور کئی طالبات کو سبقتاً پڑھاتے ہوئے قلم کاری کی۔
 بعد ازیں چیزیں جو اصل کتاب میں مبہم رہ گئی تھیں، ان کی وضاحت کر دی۔ اور
 جوابات قطعاً غیر ضروری تھیں۔ انہیں خارج کر دیا۔ اب مجھے یقین ہے کہ
 یہ راستہ پراسنتہ کتاب طالب علموں کی پوری پوری مدد کر سکے گی۔

اصل کتاب دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔ پہلا حصہ امتحانِ ادیب کے
 لئے ہے اور دوسرا ادیبِ عالم کے لئے۔ میں نے دونوں حصوں کو الگ الگ
 کر دیا ہے۔ اس سے مدعا یہ ہے کہ طالب علم دونوں حصے بلا ضرورت کجا
 خریدنے کی زبردستی سے نہ بچ جائیں۔ ہر حصے کے ساتھ پچاس امتحانی سوالات
 کا اضافہ کر کے کتاب کی افادیت کو بڑھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ امید ہے
 کہ طلباء اور اساتذہ میری محنت کو بہ نظرِ استحسان دیکھیں گے۔

ممتاز الرشید منہاس

اصل کتاب

اس کتاب کی تاریخ تصنیف کہیں درج نہیں۔ البتہ انجمن ترقی اردو کی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ۱۹۰۳ء سے پہلے معرض وجود میں آچکی تھی۔ قطعاتِ تاریخ اور دیگر شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی بار ۱۹۰۳ء میں طبع ہوئی ۱۹۱۶ء سے پنجاب یونیورسٹی کے ارباب حل و عقد نے اسے امتحانات ادیب اور ادیبِ عالم کے نصاب میں داخل کر رکھا ہے۔

مصنف نے اس کا ڈھانچہ صرف و نحو کے اصول پر تیار کیا ہے۔ لیکن چونکہ اردو کی تشکیل میں کئی زبانوں کا حصہ ہے۔ اس لئے انہوں نے محض عربی کا اتباع نہیں کیا۔ بلکہ اردو کے مخصوص قواعد کو نمایاں انداز سے سمجھایا ہے۔ سب سے بڑا کمال یہ کیلئے کہ تمام ضروری مسائل کی جزیئیات تک بیان کر دی ہیں۔ قواعد کی کتابیں عموماً روکھی پھکی ہوتی ہیں۔ مصنف نے اس خشکی کو دور کرنے کے لئے جا بجا آبدار اشارے سے کام لیا ہے۔ لیکن اشارے کے انتخاب میں ہندوستان اور اخلاق کے پہلوئوں کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ ان اشارے سے نہ صرف صرف و نحو کے خشک مسائل پڑھنے کی تکان دور ہو جاتی ہے۔ بلکہ یہ مسائل بہ آسانی ازبر ہو جاتے ہیں۔ پھر معنیوں نگاری کے لئے قافریہ الفاظ بھی ہاتھ آ جاتا ہے۔

مصنف کا انداز بیان عموماً سلیجھا ہوا ہے۔ البتہ کہیں کہیں بعض باتیں طالب علموں کے نقطہ نظر سے مزید وضاحت چاہتی ہیں۔ طریق استناد و استدلال پُر لطف ہے بلاشبہ مرحوم کی تحقیق و تفحص اور تلاش و جستجو کی جس قدر بھی داد دی جائے کم ہے۔ اسی بنا پر اس کتاب کی تعریف میں مولوی علی حیدر طباطبائی۔ مولوی عبدالغنی بہاری۔ شمس العلماء مولوی سید ممتاز علی۔ رائے بہادر پیارے لال انپکٹر مدارس شمس العلماء خان بہادر مولوی ذکاء اللہ دہلوی۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال۔ خلیفہ عماد الدین۔ مولوی سید کریمت حسین فیلو الہ آباد یونیورسٹی اور لالہ شیو لال انپکٹر مدارس اور دیگر اہل علم و فضل رطب اللسان تھے۔

کچھ مُصنّف کے مشعلق

مولوی فتح محمد خاں جالندھری کے آبا و اجداد یوسف زئی افغان تھے۔ ان کے پردادا محمد خاں ہندوستان آئے پہلے رام پور میں رہے پھر پنجاب میں سکونت پذیر ہوئے۔

محمد خاں کے پوتے شاہ محمد خاں طائرہ ضلع ہوشیار پور (پنجاب) میں تھے وہیں ۱۸۵۷ء میں ان کے ہاں فتح محمد خاں پیدا ہوئے۔ شاہ محمد خاں برسلسلہ ملازمت جالندھر آئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ اود اسی نسبت سے جالندھری مشہور ہوئے۔ مولوی فتح محمد خاں کے نام کے ساتھ بھی جالندھری کا اضافہ اسی سبب سے ہے۔

مولوی صاحب بچپن ہی سے بڑے ذہین تھے۔ سولہ سال کی عمر میں عربی فارسی کے علوم متداولہ کی تکمیل کر لی۔ تعلیم سے فارغ ہو کر ملازمت کی طویر رجوع کیا مصباح القواعد اور دیگر درسی کتابیں اسی زمانہ میں تصنیف کیں۔ لیکن ملازمت سے جلد ہی سبکدوش ہو گئے۔ اور تصنیف و تالیف کو مشغلہ بنایا۔ ایک رسالہ بھی اُردو کے نام سے جاری کیا اور پورے طور پر تحقیق و تدقیق کی داد دی۔

مذہبیات اور زبان دانی سے خاص دلچسپی تھی۔ سخن تہمی اور صرف و نحو میں بھی کمال رکھتے تھے۔ قرآن مجید کا مشہور ترجمہ فتح الحمید فارسی صرف و نحو کا

رسالہ ”زبدۃ القواعد“ اور اردو کی بلند پایہ ”گرامر مصباح القواعد“ آپ کو زندہ جاوید رکھنے کے لئے کافی ہیں۔ ان کے علاوہ ”ارشاد القرآن“، ”الاسلام“، ”الیا قوت والمرجان“، ”الورد والریحان“، ”منہاج القواعد“ اور ”مبادی القواعد“ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

مولوی صاحب کی تمام عمر علمی مشاغل میں گزری۔ سرسید احمد خاں، خواجہ الطاف حسین حالی، میرزا شبلی نعمانی، ڈاکٹر نذیر احمد، نواب مرزا داغ دہلوی شمس العلما مولوی سید ممتاز علی اور دیگر فضلاء نے عصر سے دوستانہ مراسم رکھے۔

ان کے فرزند ارجمند محمد زکریا صاحب ذاکر بھی اعلیٰ پایہ کے ادیب ہیں۔ جالندھر کی مشہور اسلامی زمانہ ”درس سگاہ مدرسہ البنات“ کے بانی مولانا عبدالحق صاحب عباسی کے دستِ راست اور مشہور اسلامی ماہنامہ ”پیام اسلام“ جالندھر کے مدیر ہیں۔
نوٹ: یہ حالات کچھ تو ذاتی کدو کاوش کا نتیجہ ہیں اور کچھ مصنفینِ اُردو۔ مرتبہ سید درویش حسین کی خوشترجیبی کا ثمر۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم دیباچہ کتاب

زمانے کے انقلاب کی تاثیریں ہیں کہ ایک وقت میں ایک چیز دواج و مشرت کے آسمان پر آفتاب ہو کر چمکتی ہے اور دوسرے وقت میں ایسی مدم ہو جاتی ہے کہ کوئی اس کا نام بھی نہیں جانتا اور ایک وقت میں ایک چیز ایسی پستی و گنہامی کی حالت میں ہوتی ہے کہ اس کی ترقی و مدراج کا کبھی خیال بھی نہیں آتا۔ دوسرے وقت میں اوج کمال پر پہنچ کر شہرت اور دواج کا دورہ التاج بن جاتی ہے۔ ابھی کل ہی کی بات ہے۔ کہ ہندوستان میں عربی اور فارسی زبانوں کی تعلیم زوروں پر تھی، اور ہونی چاہئے تھی کیونکہ عربی زبان مسلمانوں کی مذہبی زبان تھی۔ اور فارسی زبان حکومت۔ مسلمانوں کو تو دنیا آمدین دونوں کے اعتبار سے دونوں زبانوں کا سیکھنا ضرور تھا ہی۔ جو لوگ کہ حکومت کا مذہب نہیں رکھتے تھے۔ اور جن کے لئے معاش اور حصولِ اقرب شاہی کا ذریعہ صرف فارسی تھی۔ ان میں سے بھی بہت سے لوگ کمال کی عزن سے عربی پڑھتے تھے۔ شیخ ہے۔

اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ اٰلِہِمُکَہُم

اگر عربی کی حالت ہندوستان میں ابھی تک ایسی نہیں ہوئی کہ اس پر زبان مردہ کا اطلاق ہو سکے مگر اس میں بھی شک نہیں کہ وہ اس وقت نزع کی حالت میں ہے اور کچھ مدت سے مسلمانوں کی غفلت اور بے پروائی سے سک رہی ہے۔ اگر مسیحانفس بزرگوں نے اس کی خبر لی تو وہ وقت دکھائی دے رہا ہے کہ سچا پری

مرکرہ جائے گی۔ اور اس کا نام و نشان صغیر ہندوستان سے مٹ جائے گا۔
 یہی فارسی۔ سو جہاں حکومت گئی وہاں وہ گئی۔ اذافات المشروطات المشروط
 اس کا محوڑا بہت جس قدر نشان باقی ہے۔ وہ صرف عہد گزشتہ کی یاد دہا رہا ہے
 اور بس۔ پس اگر اس کی حالت میں پہلی سی اونچ موز نہیں رہی تو نہ کچھ بھلائی ہو
 ہے۔ اور نہ مقام تاسف۔ بلکہ برج پونچھو تو نظر اس سے کسی قسم کا نفع بھی نہیں
 رہا۔ ہاں اگر اس سے کچھ فائدہ ہے تو یہ کہ اس سے زبان اردو کی تکمیل کو تائید
 پہنچتی ہے۔

زمانہ حال میں دباہند میں عربی اور فارسی کی جگہ انگریزی اور اردو کا رواج
 ہے۔ انگریزی کو تو جغدد رواج ہو چکا ہے۔ کیونکہ وہ زبان سلطنت ہے مگر خدا
 جانے کیا بات ہے کہ اردو جو صورت ملکی زبان ہے اور جس کے شباب کا ہنوز ابتدائی

زمانہ ہے۔ یونانیا متنی کرتی چلی جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ شروع شروع میں
 گویفٹ نے اس کی سرپرستی فرمائی اور اردو کے ادیبوں کو خاطر خواہ صلے اور معقول انعام
 دے دے کر کتابیں تصنیف کرائیں اور تصنیفات کا بیش بہا ذخیرہ مہیا کر دیا۔ مگر اب
 لوگوں میں ایسا مذاق پیدا ہو گیا ہے کہ اس کو وسیع اور شدت و سلفہ کرنے میں خور
 بخور یعنی بے طمع انعام دینے خواہش صلے کو شش کر رہے ہیں۔

انصاف کے خواہاں ہیں نہیں طالب زہم تحسین سخن ہنم بے مومن صلہ اپنا
 آج اردو زبان کی حلاوت و غدوبت کو دیکھو تو رشک و قند و نبات ہے

اس کی نظم و منشی و دلکش ادائیں دلوں کو بے اختیار کھینچے لئے جاتی ہیں۔ وہ زبانیں
 جو کبھی بلفٹے فارس کے کلام سے چٹخارے بھرتی تھیں۔ اب فصاحت ہند کی شیریں

کلامیوں سے مزے لے رہی ہیں اور وہ کان جو پہلے فارسی ترازیں سے مرت ہو ہو
 بناتے تھے۔ اب اردو کی سُریلی آوازوں سے کیفیت لے رہے ہیں۔ کس کو معلوم تھا
 اور کون کہہ سکتا تھا۔ کہ زبانِ اردو کبھی ترقی کی کُرسی پر بیٹھ کر قبیلِ عام کی بارگاہ
 میں جلوہ گر ہوگی! مگر تعجب اور نہایت تعجب ہے کہ اس زبان کے قواعد جامعہ ابھی تک
 ملنے نہیں ہوئے۔ اہل زبان کو تو شاید قواعد کی چنداں ضرورت نہ بھی ہو۔ کیونکہ
 جو لفظ ان کی زبان سے نکلتا ہے قاعدے کے سلیچے میں ڈھل کر رہتا ہے لیکن
 اہل پنجاب کے لئے سخت ضرورت ہے کہ فنِ قواعد میں ایسی کتاب تصنیف کی جائے
 جو ان کو صحیح اردو بولنی سکھائے۔

اہل پنجاب میں جہاں اور باتوں کی اُچھ ہے۔ طبقہ رجال میں شاذ و نادر ہی
 کوئی متفنن ہو گا جو اردو نہیں بولتا ہو گا۔ مگر عوام کی اُردو سن کر استفادہ فرس آتا
 ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا۔

پنجاب میں اردو دو طرح کی بولی جاتی ہے۔ ایک تو تین حصّے پنجابی ایک حصّہ
 ہندوستانی اور اگر خدا نخواستہ اس طرح کی اردو کی کہیں بنیاد قائم ہو گئی تو ایک
 دن ایک نئی زبان پیدا ہو کر رہے گی۔ جس کو نہ پنجابی کہہ سکیں گے نہ ہندوستانی اور اگر
 کچھ کہہ سکیں گے تو پنجابی ہندوستانی۔ یہ اُردو تھلا اور نہایت کم استعداد شخصوں کی
 اُردو ہے۔ اس طرح کی اُردو بولنے والے نہ صرف اُردو کا ستیا ناس کر رہے ہیں
 بلکہ پنجابی زبان کو بھی خراب کر رہے ہیں۔

اللہ اللہ ایک وہ لوگ تھے۔ کہ زبانِ اردو کی یہاں تک نگہداشت کرتے تھے
 کہ غیر فصیح کلام کا سننا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ تذکرہٴ آبجیات میں ان فصیح

میر محمد تقی میر کے حال میں لکھا ہے کہ جب دہلی چھوڑ کر، لکھنؤ چلے تو ساری گاڑی
 سکا کر یہ بھی پاس نہیں تھا۔ ناچار ایک شخص کے ساتھ شریک ہو گئے اور دہلی کو خدا حافظ
 کہا۔ تھوڑی دُور گئے چل کر اس شخص نے کچھ بات کی۔ یہ اس کی طرف منہ پھر کر ہو بیٹھے
 کچھ دیر کے بعد اس نے پھر بات کی۔ میر صاحب چیں یہ جیسا ہو کر بولے کہ صاحب قبل آپ نے
 کراہ دیا ہے۔ بے شک گاڑی میں بیٹھے۔ مگر باتوں سے کیا تعلق؟ اس نے کہا حضرت
 کیا مضائقہ ہے۔ راہ کا شغل ہے۔ باتوں میں ذرا جی بہتا ہے۔ میر صاحب بگڑ کر
 بولے کہ خیر آپ کا شغل ہے۔ میری زبان خراب ہوتی ہے۔ ایک وہ لوگ تھے کہ صحت و
 فصاحت زبان کو اس قدر مچھوڑ رکھتے تھے۔ اور غیر فصیح الفاظ کے سننے تک اشتراز
 کرتے تھے کہ غیر فصیح الفاظ سننے نہیں اور زبان بگڑی نہیں اور اب بھی ہندوستان
 کے نسخا و بلخا زبان اور دہلی ترقی و توسیع اور اس کی صفائی و شستگی میں تا بقصد و روش
 کر رہے ہیں۔ اور بقدر احسان ان باکمالوں نے زبان اُردو پر کئے ہیں اور کر رہے ہیں
 وہ ان کے ادائے شکر سے ہمیشہ قاصر رہے گی۔ اور ایک وہ لوگ ہیں کہ اس کو پیٹ بھر
 کر بگاڑ رہے اور اس کی ایسی مٹی خراب کر رہے ہیں کہ خدا کی پناہ۔

بہ میں تفاوتِ راہ است تا بہ کجا

دوسری اُردو پڑھے لکھے لوگوں کی اُردو ہے اور یہی وہ اُردو ہے جس کو اُردو
 کہا جاسکتا ہے مگر یہ بھی قواعد کی غلطیوں سے خالی نہیں ہوتی۔ کچھ شک نہیں کہ بعض پنجابی
 اُردو میں نہایت خوبی اور قابلیت سے گفتگو کر سکتے ہیں۔ مگر کسی نہیں قواعد کی ایسی کردہ
 غلطیاں گرجاتے ہیں کہ تعجب آتا ہے۔ ہم اُردو زبان کی واقعیت نامہ سے قطع نظر
 کرتے ہیں۔ کیونکہ کوئی شخص جب تک دہلی کا روٹ نہ ہو جائے یا لکھنؤ میں عمر کا ایک بڑا حصہ

صرف نہ کرے، زبان اردو سے پوری آگہی حاصل کر ہی نہیں سکتا۔ اور بیچ تو یہ ہے کہ زبان غیر میں کمال حاصل کر کے بھی بعض اوقات انسان قواعد میں نہیں تو محاورہ روزمرہ میں غلطی کھا ہی جاتا ہے۔ صاحب ناموس جیسے اطفائی السراج کی جگہ اقلی السراج بول اٹھے اور کسی کا کیا منہ ہے کہ دوسری زبان کے صحیح محاورات کے استعمال سے عہدہ برآمد ہو سکے یا عہدہ براہونے کا دعوے کر سکے۔

پس اگر یا شندھان پنجاب کو زبان اردو سے کامل واقفیت نہ ہو کہ وہ ناممکن ہے تو معمولی گفتگو صحیح تو ہونی چاہیئے۔

۱۔ صاحب ناموس کی حکایت اس طرح پر ہے کہ علامہ محمد الدین بی بی جامع ناموس نے عجیبی بچپن میں زبان عربی کی تکمیل کا شوق دل میں پیدا ہوا تو جہاں تک غم میں محنت تھا حاصل کیا پھر عرب چلے گئے۔ اردو میں اس دھن میں خدا جانے کہاں کہاں اور کتنی مدت خاک چھانتے پھرے جب زبان عربی میں کمال حاصل کر لیا تو لکھنؤ میں صاحب ناموس بنائی۔ صاحب ناموس کے معنی دیباٹے عظیم کے ہیں۔ یہ کتاب حقیقت میں نام باہمی ہے۔ جو شخص عربی میں ایسی دستگاہ عالی حاصل کر سکے اس کے عجیبی اور عربی ہونے میں تمیز کیونکر ہو، عرب میں ایک عربی صورت سے نکاح کر لیا اس کو ان کا عجیبی ہونا معلوم نہ تھا۔ رات کے وقت گھر کی خادمہ سے کہنے لگے کہ چراغ گل کر دے۔ عربی محاورے کے مطابق کہنا چاہئے تھا۔ اطفائی السراج۔ مگر چونکہ فارسی کا محاورہ ذہن میں بیٹھا ہوا اور زبان پر چڑھا ہوا تھا اسے ساختہ زبان سے اقلی السراج نکل گیا۔ فارسی میں کہتے ہیں چراغ کبش (چراغ گل کر دے) اور کچھ شک نہیں کہ کتنی سا لفظی ترجمہ تفسیل ہے مگر تفسیل اور اطفائی میں تو زمین آسمان کا فرق ہے۔ کہاں (اطفائی) بچھانا اور گن کرنا۔ کہاں (تفسیل) ہمارا دل، لی لی نے یہ تمہاری قیم کا محاورہ سنا تو تنجب ہوئی اور سمجھ گئی ہونے ہوئے میں عجیبی۔ صبح اٹھ کر پھر یہی جانا لاش کر دی اور عربی کے لفظ زبان دان کی زبان عالی کا بے کھٹبہ پردہ فاش ہوا۔

جن لوگوں نے مدارس سرکاری میں تعلیم پائی ہے۔ اندر جو تعلیم پاتے ہیں ضرور
 نکاح کر دے صحیح اُردو بولتے مگر ٹیل اور انٹرنس والوں کا تو مذکور ہی کیا ہے۔ بی اے
 اور ایم اے کی تقریریں اور تحریریں سنی اور دیکھی جاتی ہیں۔ تو حکام تو عدل کی غلطیوں
 سے خالی نہیں ہونا اور ہونے کو کیونکر ہو؟ ان کو تو عدالت سے واقفیت ہی نہیں اور
 تو عدل کی کوئی ایسی کتاب مرتب ہوئی نہیں جس کے پڑھنے سے پنجاب کے لوگ
 صحیح اُردو بولنے پر قادر ہو سکیں۔ اہل پنجاب کی غلط اُردو کی دو چار مثالیں
 سنو۔ پنجاب میں کہتے ہیں۔ ”میں روٹی کھاتی ہے۔“ میں سبق پڑھنا ہے۔ ”میں اُدھے
 جانا ہے۔“ علیٰ بنا القیاس۔ اکثر پنجابی جب ایسے فقرات اُردو میں بولنا
 چاہتے ہیں۔ تو یوں کہتے ہیں۔ ”میں نے روٹی کھائی ہے۔“ میں نے سبق پڑھنا ہے۔
 ”میں نے وہاں جانا ہے۔“ کسی نے زیادہ فصاحت سے کام لیا۔ تو تیسرے
 فقرے میں بھی میں نے علامت فاعل زیادہ کر کے میں نے کہ دیا۔ مگر میں ہو تو
 اند میں نے ہو تو دونوں صورتوں میں تینوں فقرے غلط ہیں۔

اہل اُردو حروف نفی (نہ) کے ساتھ لفظی دیکسٹرٹائٹ ہو کر کبھی حج نہیں
 کرتے۔ ممکن نہیں کہ کسی اہل زبان کے مُسنہ سے جو الف کے نام (ب) نہیں جانتا
 نہ ہی کالفاظ نکلے۔ نا واقع پنجابی کہتے ہیں۔ نہ زید آیا نہ ہی عمرو۔
 ناممکن ہے کہ اہل زبان حرف عطفت (اور) صفات عددی کے ساتھ بیان
 سمکات ملائیں اور کہ ”اور اول کہ“ اور دوسرے کہ ”ہائیں مگر پنجاب میں اکثر انگریزی
 خواں یہ الفاظ اسی طرح بولتے اور سمجھتے ہیں۔ غرض اس قسم کی بہت سی بیچ غلطیاں
 نہیں جو لوگ کرتے ہیں۔

سہ۔ بھول دیاں۔ پنجاب میں ہے۔ کہ۔ ”اے کہتے ہیں۔“

چونکہ پنجاب میں تسلیم نسواں کا بھی رواج ہوتا جاتا ہے اس لئے عجب نہیں کہ مستورات نے بھی اُردو بولنا اختیار کیا ہو۔ لیکن ہم کو معلوم نہیں کہ وہ کسی اُردو بولتی ہوئی تھیں یا نہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ ان کی اُردو مردوں سے بھی بدتر ہوتی ہوگی۔ اس میں شک نہیں کہ جو شخص ذہن سلیم اور طبع مستقیم رکھتا ہے اُردو کی تصنیفات سے جن کا بہت سادہ و فراہم ہو چکا ہے۔ قواعد صرف و نحو مستنبط کر سکتا اور صحیح اُردو بول سکتا ہے۔ مگر ہر شخص کو یہ سودا لب ہو سکتا ہے کہ معانی و مطالب کے سوا الفاظ و عبارت کو بھی غور سے دیکھے اور ان سے صرف و نحو کے مسائل مستنبط کرے۔

المختصر جب کہ پنجاب میں اُردو زبان کا مذاق پیدا ہو گیا اور دوز بروز ترقی کرتا جاتا ہے۔ اور جب کہ لوگ عموماً اُردو بولنے لگے ہیں اور جب کہ کثیر التعداد ادا خواہ اور سلسلے اُردو میں شائع ہو رہے ہیں اور جبکہ بے شمار کتابیں اُردو میں تصنیف و تالیف ہو چکی اور ہر ہی نئی اور جبکہ اُردو کی کتابیں مدارس میں داخل تسلیم ہیں۔ تو اہل پنجاب کے لئے ایک ایسی کتاب کی جو ان کو صحیح اُردو بولنی سکھائے۔ نہایت ضرورت ہے۔ مگر ایسی کتاب تصنیف کرے کون؟ ظاہر ہے کہ یہ کام ہے ان بزرگانِ اہل زبان کا جو قلمرو اُردو کے بادشاہ ہیں۔ مگر ان کو اور مشاغل ہی سے کہاں فرصت ہے۔ کہ قواعد کے جمع کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔ یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ قواعد میں اب تک کوئی کتاب مطلقاً تصنیف ہی نہیں ہوئی۔ یا پنجاب میں کوئی کتاب متداول ہی نہیں جہاں تک ہم کو معلوم ہے پنجاب کے سرکاری مدارس میں ایک پچاس ساڑھے صفحے کا بہت چھوٹا سا رسالہ جس کا نام "قواعد اُردو" ہے۔ داخل درس ہے۔ مگر قطع نظر اس کے کہ وہ بہت ناقص ہے اس کے مسائل بھی غلط ہیں۔ اس کے ناقص ہونے کی تو یہی کافی دلیل ہے۔ کہ جس قسم کے غلط فقرات ہم نے تمثیلاً اوپر ذکر کئے ہیں۔ وہ ان کی تعمیر سے

خاموش ہیں۔ کتاب مذکور العدد اتنا تو بتا نہیں سکتی کہ کہا ہو۔ اور سنا ہوا قسم کے فعلی ہیں۔ پس جبکہ کوئی اس کتاب سے انتہائی بات معلوم نہیں کر سکتا تو ظاہر ہے کہ وہ کسی طرح مفید نہیں ہو سکتی۔ مسائل کی غلطیاں ایسی حیرت انگیز ہیں کہ کیا کہا جائے مثلاً اُردو میں امر کے بارہ صیغے پڑھائے ہیں، حالانکہ یہ صیغے گھر سے کسی سورت سے زیادہ بہتیں ہو سکتے اور ان میں چار بھی کسی قدر بکلف کے ساتھ مفعول پانچ قسم کے لکھے ہیں اور اس کے سوا ادبیت سی باتیں ہیں۔

چونکہ میں کسی اعلیٰ درجے کے اہل زبان کو اس طرف متوجہ ہوتے نہیں دیکھتا تھا۔ اور ترتیب قواعد کی ضرورت معلوم ہوتی تھی۔ اس لئے خیال کرتا تھا کہ اگر فردوسی قواعد جن

کا جاننا اہل پنجاب کو نہایت ضروری ہے۔ جمع کر دئے جائیں۔ تو ان سے طلب اور شائقین اُردو کو صحیح اُردو جاننے اور بولنے میں بہت مدد ملے گی۔ پس اس کتاب میں جو کچھ میں نے کیا ہے وہ یہی ہے۔

اشعار و ادبیات جن سے اس رسلے میں جا بجا استشہاد کیا گیا ہے۔ ان کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ میں نے ان کے انتخاب کرنے میں کس قدر احتیاط کی ہے کوئی شاعر ایسا نہیں

لکھا جس میں شاعر نے خلافت تہذیب مضمون یا مذہب اور ناپاک خیال ظاہر کیا ہو۔ جتنے شعرا اس کتاب میں رکھے گئے ہیں سب باسٹنٹائے مبالغہ ان عیوب سے پاک ہیں جن کے سبب سے الیشانی شاعری بدنام ہو رہی ہے۔ اشعار کے لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ کتاب دودھ کے گلابوں کے رنگ رنگ کا ایک خوشنما گلہ سترہ نہیں بلکہ ایک دلکش گلشن ہے خالص

ایک نئی بات میں نے یہ کہ ہے کہ جس طرح تمام زبانوں کے قواعد کی کتابیں روکھی پھٹی اور سیٹی ہوئی ہیں۔ اس کتاب کو بے لطف نہیں رکھ بلکہ مناسب مقام کہیں کہیں بھلائی شیریں اور لطائف و طرائف نکلیں سے لذت کر دیا ہے۔

فتح محمد خاں

ہندی میں آتے ہیں۔ عربی اور فارسی میں نہیں آتے۔ بعض عربی اور فارسی میں آتے ہیں لیکن ہندی میں نہیں آتے۔ اور بعض ایسے ہیں۔ جو ان تینوں زبانوں میں مشترک ہیں ان سب کی تفصیل یہ ہے۔

لی ہرٹی آوازوں والے پندرہ حروف ادبٹ۔ ڈ۔ ط۔ خاص ہندی کے حروف ہیں۔ یعنی یہ عربی اور فارسی میں نہیں آتے۔ ان میں سے ڈ۔ ط۔ م۔ ر۔ م۔ ل۔ م۔ م۔ ک۔ کسی لفظ کے شروع میں نہیں آتے۔ عربی کے خاص حروف تو ہیں :-

ث۔ ح۔ ذ۔ ص۔ ض۔ ط۔ ظ۔ ع۔ ق۔

ان کو تازی حروف بھی کہتے ہیں۔ اور یہ ہندی اور فارسی لفظوں میں نہیں آتے۔ فارسی کا خاص حرف ژ ہے جو ہندی اور عربی میں نہیں آتا۔ پ۔ خ۔ اور گ۔ ہندی اور فارسی میں مشترک ہیں۔ عربی میں نہیں آتے۔ ز۔ خ۔ اور غ۔ عربی اور فارسی میں مشترک ہیں۔ ہندی میں نہیں آتے۔ باقی حروف تینوں زبانوں میں مشترک ہیں۔

شمسی اور قمری حروف

بعض عربی الفاظ میں الف اور لام اکٹھے آئیں تو لام بڑھا جاتا ہے۔ اور بعض

مثلاً۔ بعض خالص فارسی الفاظ غلطی سے عربی کے خاص حروف سے لکھے جاتے ہیں مثلاً گندہ گندشتہ۔ پذیر۔ شدہ شہت۔ بطش۔ طشت۔ چاقو وغیرہ ان کی صحیح شکلیں یہ ہیں گزہ گزشتہ۔ پذیر۔ شدشت۔ تمیش۔ تشت۔ چاکو۔ نوٹ۔ لفظ خانقاہ مرکب ہے خان اور قافہ سے خان بمعنی گھر اور قافہ بمعنی عبادت یہ ترکیب مرکب ہے اور اس کے اصلی معنی عبادت گاہ ہی تھے لیکن اب زیادہ تر مغلزہ کے معنی لئے جاتے ہیں۔

میں نہیں پڑھا جاتا۔ اصول اس کا یہ ہے کہ (۱) جن الفاظ میں الف اور لام کے بعد ذیل کے حروف میں سے کوئی حرف آئے۔ ان میں لام پڑھا جائیگا۔

ا ب ج ح خ ع غ ف ق ک م و ہ ی

یہ چودہ حرف قمری کہلاتے ہیں۔ اس لئے کہ القمر کہنے میں لام پڑھا جاتا ہے اور (۲) جن الفاظ میں الف اور لام کے بعد مندرجہ ذیل میں سے کوئی حرف آئے گا ان میں لام نہیں پڑھا جائیگا اور وہ حرف دوسرا یعنی مشدد (بولا جائے گا۔

ت ث د ذ ر ز س ش ص ض ط ظ ل ن

یہ چودہ حرف شمسی کہلاتے ہیں۔ اس لئے کہ الشمس کہنے میں لام نہیں پڑھا جاتا ہے۔

قمری حروف والے الفاظ کی مثالیں

۱۔ اَلْاَمَانُ۔ سراج الاثر ۲۔ اَلْبَزْدُ اَلْبَقَاءُ۔ ج۔ اَلْجَلِيلُ۔ مج۔ اَلْجَزَائِرُ ۳۔ اَلْحَفِیْظُ عَمْدُ اَلْحِکْمِ۔ ر۔ اَلْخَالِقُ۔ ع۔ اَلْمُؤَيَّدُ۔ شمس العلماء ۴۔ غ۔ اَلْغَنَى۔ عالم الغیب ۵۔ ف۔ اَلْفَتْحُ۔ ق۔ فِی الْفَوْزِ۔ ق۔ اَلْقَبْرِیْمُ۔ علی بن اَبی القیاس۔ ک۔ اَلْکَرِیْمُ۔ بحر الکامل۔ م۔ اَلْمُؤْمِنُ۔ ضرب المثل۔ و۔ اَلْوُطْبُ۔ ابن الوقت۔ ۵۔ اَلْهَادِی۔ بواہوس ۶۔ ی۔ اَلْیَقِیْنُ۔ بَلَدُ اَلْیَمَنِ۔

نوٹ :- مرکب ہونے کی صورت میں لام سے پہلے کا الف نہیں پڑھا جاتا۔ بلکہ اس سے پہلے حرف لام سے مل جاتا ہے۔

شمسی حروف والے الفاظ کی مثالیں

ت۔ اَلتَّوَابُ۔ واجب التَّعْظِیْمُ ۱۔ الثَّابِتُ۔ تحت الثَّوْبِ ۲۔ د۔ اَلدَّیْلُ۔ نور الدین۔

ف۔ الذکر طویل الذیل۔ ل۔ الرحمن، اہل الرائے۔ ز۔ الزائد شمس الزمان۔ س۔ السلام علیکم حار السلطنت۔ ش۔ الشہید دار الشفا۔ ص۔ الصبور علی الصیاح
ض۔ الضار۔ مافی الضمیر۔ ط۔ الطاهر۔ عند الطلب۔ ظ۔ الظاہر۔ صلوٰۃ النظر
ل۔ اللطیف۔ متفق اللفظ۔ لں۔ النور۔ توبۃ النصوح۔

نوٹ:۔ (۱) مرکب ہر جانے کی صورت میں لام سے پہلے کا الف بھی نہیں پڑھا جاتا بلکہ اس سے پہلا حرف شمسی حرف سے مل جاتا ہے۔

(۲) ۶ پر کے کل حروف اختیس ہیں۔ لیکن چونکہ ہمزہ اور الف کو ایک ہی شمار کیا جاتا ہے اس لئے یہاں ہمزہ کا ذکر الگ نہیں کیا گیا۔

حُرُوفِ عِلَّتِ اور حُرُوفِ صَحیح

۱۔ و۔ ی۔ حروفِ عِلَّتِ کہلاتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ بعض اوقات یہ آواز بالکل نہیں دیتے اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آواز دیتے ضرور ہیں لیکن بہت خفیف سی۔ ان تینوں کے علاوہ باقی سب حروفِ صحیح کہلاتے ہیں۔ یہ تینوں بھی کبھی کبھی حروفِ صحیح بن جاتے ہیں، مثلاً الف جب لفظ کے شروع میں آتا ہے ہمیشہ حروفِ صحیح ہوتا ہے یعنی پوری آواز دیتا ہے۔ داؤ جب لفظ کے شروع میں آتی ہے تو ہمیشہ ادبیج میں آکر کبھی کبھی حرفِ صحیح بن جاتی ہے جیسے ”وقت“ اور ”ہوا“ میں یہی حالت ی کی ہے۔ جیسے ”یقان“ اور ”میسر“ ہیں۔

بعض حروف کے امتیازی نام

بہت سے حرف ایسے ہیں جن کی صورت ایک دوسرے سے مشابہ ہے اور ان کا باہمی فرق صرف نقطوں سے ظاہر کیا جاسکتا ہے ایسے حروف کو بعضی

اہل قواعد حروف متشابہ کہتے ہیں، چونکہ لکھنے والے عام طریقی نقطہ دینے میں پرہیزی کیا کرتے ہیں، اور تحریر الفاظ یعنی ترکیب حروف کی صورت بالکل بدل جاتی ہے اور ایسے حروف سے مشابہ ہو جاتی ہے جن سے مفرد ہونے کی حالت میں بالکل مختلف ہوتی ہے (جیسے محبت اور محبت، نرا اور نرا) اس لئے بوقت ضرورت امتیاز الفاظ اور دفع التباس کی غرض سے نقطوں کا شمار اور ان کا موقع بھی ظاہر کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ بھی بتانا پڑتا ہے کہ حرف نقطہ دار ہے یا بے نقطہ۔ نقطہ دار حروف کو منجم یا منقوط کہتے ہیں۔ اور بے نقطہ کو مہمل یا غیر منقوط۔

اب ان کے اصطلاحی ناموں کی تفصیل دیکھئے۔

ب۔ یا ئے موحده (ایک نقطہ والی ب) پ۔ یا ئے فارسی۔

ت۔ تا ئے قشرت یا تا ئے متناوہ (تو تافیر اور دو نقطے رکھنے والی ت)

ط۔ تا ئے ہندی

ث۔ ثا ئے شلثہ

ج۔ جیم عربی یا تازی

ح۔ جیم فارسی

ح۔ حائے خطی یا حائے مہمل

خ۔ خائے منجمہ

د۔ دال مہمل

و۔ دال ہندی

ذ۔ ذال منجمہ

ر۔ را ئے مہمل

ز۔ زائے ہندی

س۔ زائے منجمہ

دین نام اس لئے دیا گیا ہے کہ جب کسی چیز میں کوئی چیز ہے اس کے نیچے دو نقطے ہوتے ہیں جو کہ اس سے تفریق کرتے ہیں۔

نہیں اس لئے ان کے امتیازی نام رکھے گئے۔

اعراب یا حرکات و سکنات اور دیگر ضروری اصطلاحات

جس آواز کے سہارے سے حرف ادا کئے جاتے اور ایک دوسرے سے ملائے جاتے ہیں اس کو حرکت کہتے ہیں۔ اور حرکت والے حرف کو متحرک، اس کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) زبر (۱) یہ نشان حرف کے اوپر بنایا جاتا ہے۔ عربی میں اس کو فتح یا فتح کہتے ہیں۔ اور جس حرف پر یہ حرکت ہو۔ اسے مفتوح مثلاً جزم میں رخ اور دب دونوں مفتوح ہیں۔

اگر زیر کی آواز بڑھا کر ظاہر کرنی مقصود ہو تو اس کی شکل (۱) ہو جاتی ہے اس کو عربی میں فتح شباعی اور اردو میں کھڑی زیر کہتے ہیں۔ جیسے اسمعیل میں۔
(۲) نحر (۲) یہ وہی نشان ہے لیکن حرف کے نیچے بنایا جاتا ہے عربی میں اس کو کسر یا کسر کہتے ہیں اور جس حرف کے نیچے یہ حرکت ہو۔ اسے مکسور یا مثلاً کریم میں مکسور کہتے ہیں۔

اگر زیر کی آواز بڑھا کر ظاہر کرنی مقصود ہو۔ تو اس کی شکل (۱) ہو جاتی ہے اس کو عربی میں کسر شباعی اور اردو میں پڑی زیر کہتے ہیں۔ جیسے مجسمہ میں۔

(۳) پیش (۳) یہ نشان حرف کے اوپر بنایا جاتا ہے۔ عربی میں اس کو ضم یا ضمہ کہتے ہیں۔ اور جس حرف پر یہ حرکت ہو اسے مضموم مثلاً خدا میں خ مضموم ہے اگر پیش کی آواز بڑھا کر ظاہر کرنی مقصود ہو۔ تو اس کی شکل (۱) ہو جاتی ہے اس کو

عربی میں ضم اشباعی اور اردو میں اُلٹا پیش کہتے ہیں جیسے اقبالہ میں۔
 جب کسی حرف کے بعد کوئی غیر متحرک حرف آجائے تو اسے عام طور پر ساکن
 کہتے ہیں۔ اور اس پر علامات (د) لگائی جاتی ہے۔ یہ علامت سکون یا حزم کہلاتی
 ہے۔ مثلاً خط میں ط ساکن ہے۔ بالعموم ساکن حرف کو خالی چھوڑ دیا جاتا ہے۔
 نوٹ :- عربی میں کسی لفظ کا پہلا حرف غیر متحرک نہیں ہوتا۔ البتہ فارسی اور اردو
 میں کبھی کبھی پہلا حرف غیر متحرک بھی ہوتا ہے۔ لیکن اسے ساکن نہیں کہتے بلکہ وہ متحرک
 کا فائز مقام سمجھا جاتا ہے مثلاً دو، سو، لے۔ دے وغیرہ میں۔
 ایک حرف ساکن کے بعد دوسرا ساکن آجائے تو اسے موقوف کہتے ہیں اور
 اس عمل کو وقف مثلاً دُرُن میں ن موقوف ہے۔

نوٹ :- اردو میں بعض دفعہ تین ساکن حرف بھی آجاتے ہیں مثلاً دوست۔ پوست
 گوشت۔ جاذب۔ پادشخ۔ اسٹ۔ چھنیٹ وغیرہ میں۔ ایسی صورت میں دوسرے
 اور تیسرے ساکن کو موقوف ہی کہتے ہیں۔

زبر۔ زیر اور پیش کے علاوہ مندرجہ ذیل تین اور حرکتیں بھی اردو میں استعمال
 ہوتی ہیں۔

(۱) حمہ (لہ) یہ الف پر آتی ہے اور اس کے ذریعے الف کو کھینچ کر
 پڑھا جاتا ہے حقیقت میں یہ الف ہی کی دوسری شکل ہے۔ جس الف پر مد آئے
 اسے حمہ و کہتے ہیں مثلاً اُم۔ اؤ۔ آباد ہیں۔
 (۲) تشدید (و) یہ ہمیشہ متحرک حرف پر آتی ہے۔ اس سے حرف کی

آواز دہری ہو جاتی ہے۔ یعنی پہلے وہ ساکن پڑھا جاتا ہے۔ پھر متحرک جس حرف
 پر تشدید ہو۔ اسے مشدّد کہتے ہیں۔ مثلاً ابا میں ب مشدّد ہے۔

(۳) تنوین۔ دو زبر۔ دو زیر اور دو پیش (ر) کو کہتے ہیں۔

”نویں والا حرف منون کہلاتا ہے اس کے معنی ہیں۔ ”نون پیدا کرنا“ اور حقیقت میں اس کے آنے سے لفظ کی اولاد میں ایک نون ساکن کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ عام طور پر دوزبر لگانے کے لئے لفظ کے آخر میں ایک الف بڑھانا پڑتا ہے۔ لیکن یہ آواز نہیں دینا جیسے فور سے فوراً (فُورُنْ) عمل سے عملاً (عَمَلُنْ) یقین سے یقیناً (یَقِینُنْ) مگر جن لفظوں کے آخر میں ہائے ہوز آتی ہے ان میں الف نہیں بڑھایا جاتا۔ بلکہ دو لفظوں کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً تذکرہ سے تذکرۃ (تذکرَتُنْ) تجربہ سے تجربتہ (تَجْرِیْتُنْ) دفعہ سے دفعۃً (دَفْعَتُنْ)

نوٹ :- (۱) اردو میں دوزیر اور دو پیش والے الفاظ شاخ و مادہ ہی آتے ہیں۔ (دوزیر کی مثال سلسلہ بعدل، دو پیش کی مثال :- مشارۃ البیہ) (۲) عربی کے سوا کسی دوسری زبان کے الفاظ منون نہیں ہو سکتے۔ جو لوگ فارسی کے بعض الفاظ کو منون بولتے اور لکھتے ہیں (مثلاً انداز سے اندازہ۔ رسید سے رسیداً) وہ غلطی پر ہیں۔

(۳) بعض الفاظ جن کے آخر میں الف بڑھا کر نویں لگاتے ہیں۔ اُردو میں منون نہیں بولے جاتے۔ بلکہ بجائے نویں کے الف اپنی آواز دیتا ہے جیسے ظاہراً اور ذاتماً کہ اصل میں ظاہراً اور ذاتماً ہیں۔ بیشتر حروف کے اصطلاحی ناموں کا ذکر پہلے آچکا ہے مزید اصطلاحات درج ذیل ہیں۔

(۱)

(۱) الف مقصورہ جواز الف مدود کے برعکس کھینچ کر نہ پڑھا جائے۔ جیسے۔ اگر ادب، اشرف میں (۲) نون غنمۃ وہ غیر متحرک نون جو ناک میں آواز دے یعنی کھل کر نہ بولے۔ اس کی دو شکلیں ہیں۔ اول جب یہ لفظ کے آخر میں آتا ہے۔ تو اس میں نقطہ نہیں لگایا جاتا۔

جیسے ہوں۔ ہاں۔ غوں غاں ہیں۔ دوم۔ جب یہ دوسرے حروف کے ساتھ بدورت ہو کر
 بیچ میں آتا ہے تو اس پر اُلٹا جزم (د) لگا دیتے ہیں جیسے اندرا اور لنگھائیں۔
 قوط۔ بعض اوقات ب اور پ سے پہلے نون غنہ آئے تو اس کی آواز ہم کی سی
 نکلتی ہے جیسے منبر عنبر چنبا میں۔

(۳) واؤ معروف۔ جس سے پہلے پیش ہوا اور خوب کھل کر آواز دے۔ جیسے
 دور۔ نور۔ صورت میں۔

(۴) واؤ مجہول۔ ایسا ساکن واؤ جس سے پہلے بھی کوئی حرکت نہ ہو۔ جیسے
 ہوش۔ روز۔ لوٹ پلوٹ میں۔

(۵) واؤ معدول۔ جو کھنٹے میں آتا ہے لیکن آواز اول تو بالکل نہیں دیتا جیسے
 خود۔ خوش۔ خویش۔ خوراک میں۔ اور اگر دینا ہے تو بہت خفیف سی۔ جیسے۔ خواب۔
 خواجہ۔ خواہر۔ در خواست۔ دسترخوان۔ خوارزم میں۔ عام طور پر مبند یوں کو سمجھانے کے
 لئے واؤ معدول کے نیچے ایک توازی لکیر لگا دیتے ہیں۔

(۶) ہائے ملفوظی یا اصلی۔ جو خوب کھل کر آواز دے۔ جیسے آہ۔ موہ۔ گوہ
 سیرگاہ میں۔

(۷) ہائے مختفی۔ جو کھل کر آواز نہ دے۔ جیسے ہفتہ۔ روزہ۔ سایہ میں۔

(۸) ہائے مخلوطہ۔ اسے ہائے دو چشمی (دھ) بھی کہتے ہیں اور یہ ان پندہ حروف
 سے مل کر آواز دیتی ہے۔ جن کا ذکر حروف تہجی میں آچکا ہے۔

(۹) ہائے معروف۔ جو خوب کھل کر آواز دے۔ یہ ہمیشہ زبر کے بعد آتی ہے۔ جیسے
 امیر۔ فقیر۔ عجیب۔ وغیرہ میں۔

(۱۰) ہائے مجہول۔ جو کھل کر آواز نہ دے۔ اس سے پہلے ہمیشہ غیر متحرک حروف
 آتا ہے جیسے شیر۔ میر۔ دلیر میں۔

(۱۱) یا طے مخلوط۔ یہ صرف ہندی الفاظ میں آتی ہے۔ اگر اس سے اگلا حرف الف ہو۔ تو اس سے کھیلے حرف کی آواز ذرا اور زیر سے ملتی ہوئی لگتی ہے جیسے۔ کیا۔ پیار۔ بیانا۔ پیاس میں۔ اور اگر اگلا حرف واؤ ہو تو اس سے پہلے حرف کی آواز ذرا درمیش سے ملتی ہوئی لگتی ہے جیسے کیوں میں۔

مندرجہ ذیل اصطلاحات بہت اہم ہیں۔

(۱) حذف۔ لفظ میں سے کسی حرف یا عبارت میں سے کسی لفظ کے گرا دینے کو کہتے ہیں۔ جو حرف یا لفظ گرا جا جائے اسے محذوف کہتے ہیں۔ جیسے شاد باش سے کہ کو خرا کر شاد باش بنالیا گیا ہے۔

(۲) ترخم۔ لفظ کے آخری حرف کو حذف کر دینا۔ ترخم کے بعد لفظ کی جو شکل رہ جاتی ہے۔ اسے ترخم کہتے ہیں۔ جیسے جزو سے جڑ۔

(۳) تخفیف۔ کسی لفظ میں سے کسی حرف کو ہلکا یا کم کرنا۔ تخفیف کے بعد لفظ کی جو شکل رہ جاتی ہے۔ اسے مخفف کہتے ہیں۔ جیسے نظارہ سے نظارہ۔ دیوانہ سے دوانہ۔

نوٹ:- حذف اور تخفیف میں یہ فرق ہے۔ کہ تخفیف صرف ضرورت شری کی بنا پر عمل میں لائی جاتی ہے۔ لیکن حذف کے لئے شرک یا بندی نہیں۔

دہی نقل۔ دوسرے حرف کی حرکت پہلے حرف کو دینا۔ جیسے

خصت لے زندان جنوں زنجیر در کھڑکھٹے ہے۔
مژدہ خار دشت پھرتلوا مرا کھجلائے ہے،

پہلے مصرع میں الف کی زبرد کو دی گئی ہے۔

نوٹ:- نقل صرف نظم کے لئے مخصوص ہے۔

دہی تحریک۔ ساکن کو متحرک کرنا۔ جیسے طرح کو طرح بنالیا جاتا ہے

یا مال ہم نہ ہوتے نقطہ جو چرخ سے آئی ہماری جان پہ آفت کئی طرح

- (۶) تسکین متحرک کو ساکن کرنا جیسے حرکت کو حرکت اور برکت کو برکت بنالیا جائے۔
 وہ بھولے ہوئے ہیں یہ عادت خدا کی کہ حرکت میں ہوتی ہے برکت خدا کی
 (۷) اشباع - حرکت کو اتنا کھینچنا کہ زبر سے الفت - زیر سے کی اور پیش سے داؤ پیدا
 ہو۔ جیسے رستہ سے راستہ، دوال بعد سے دیوال بند۔ ناخن سے ناخن سے
 شمع نازاں نہ ہوا کہ رات بہا آنسو گرم برسوں یاں آنکھ سے ٹپکے مری لوگوں
 (۸) امالہ - الفت کو پائے جھول سے بدل کر پڑھنا جیسے اکھاڑنا سے اکھڑنا۔
 (۹) ابدال - ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنا۔ جیسے ٹھہرنا سے ٹھہرنا۔
 (۱۰) زیادت - لفظ میں ایک یا زیادہ حرفوں کا زیادہ کرنا۔ جیسے پرتو سے پرتو سے
 غرض انصاف نے جب پرتو ڈالا اپنا رنگ تب معنی اصلی نے نکالا اپنا
 (۱۱) اوعام - دوہم جنس یا ہم مخرج حرفوں کو ملا کر پڑھنا، جیسے بدتر کر پڑھنے میں
 بتر آتا ہے۔
 (۱۲) اشتقاق - ایک لفظ سے کئی الفاظ بنالینا۔ جیسے لکھنا سے لکھا، لکھے گا
 لکھنے والا۔ لکھا گیا۔ یہ سب الفاظ مشتق کہلاتے ہیں۔
 نیچے دی ہوئی اصطلاحات بھی ضروری ہیں۔
 (۱) ما قبل - وہ حرف جو کسی حرف سے پہلے آئے جیسے دل میں ما قبل ال کہے
 (۲) ما بعد - وہ حرف جو کسی حرف کے بعد آئے جیسے ستر میں ما بعد س کے ہے۔
 (۳) ملفوظ - وہ حرف جو بولنے میں آئے جیسے اسمعیل میں الفت کہ لکھنے میں آئے
 یا نہ آئے لیکن بولنے میں ضرور آتا ہے۔
 (۴) غیر ملفوظ - جو حرف لکھنے میں آئے لیکن بولنے میں نہ آئے جیسے بالکل میں الفت۔
 (۵) مقرر - وہ لفظ جو عبارت میں نہ ہو مگر معنی ہے جیسے خدا کی قسم۔ یہاں میں
 لکھا ہوں۔ یہ تینوں لفظ مقرر ہیں۔

(۷) مترادف - دوہم معنی لفظ جیسے سدا اور نیت۔
 (۸) مشترک یا مشترک المعنی - ایک لفظ جس کے دو یا زیادہ معنی ہوں جیسے کڑی
 بھی سخت اور زنجیر کی کڑی۔

(۸) قیاسی - وہ لفظ جو مقررہ قاعدے کے مطابق بنا ہو۔
 (۹) سماعتی - وہ لفظ جو کسی قاعدے کے مطابق نہ بنا ہو صرف اہل زبان کو بولتے

سنا پڑتا ہے جو پہلے آیا ہو۔ اور مؤخر اس کو کہتے ہیں جو بعد میں آئے۔
 کسی غیر زبان کے لفظ میں کچھ کمی بیشی یا تیز و تبدیل کر کے اپنا لینا تصرف کہلاتا ہے
 ہر زبان میں تصرف ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ عرب جب یہ عمل کرتے ہیں تو اسے تفسیر کہتے
 ہیں۔ اور اس عمل سے جو لفظ بنتا ہے اسے متعرب جیسے پیل سے فیل۔ اسپانار سے
 اسفانار۔ ہی عمل جب فارسی میں ہوتا ہے۔ تو اسے تفریس کہتے ہیں اور تفریس سے
 جو لفظ بنتا ہے اسے مفرس جیسے جھکڑے سے جکر۔ علیٰ ہذا القیاس جب اس عمل
 سے کسی لفظ کو ہندی میں لاتے ہیں تو اسے تہنید کہتے ہیں۔ اور اس لفظ کو
 تہنید جیسے دہل سے ڈھول۔ اسی طرح جب کوئی لفظ اردو کا لباس پہنتا ہے
 تو اس عمل کو تارید کہتے ہیں۔ اور اس لفظ کو مؤرد۔

تارید کی کئی صورتیں ہیں۔

(۱) دوسری زبان کے لفظ کی صورت اور سیرت (معنی) دونوں بدل دی جائیں
 جیسے افراط تقریط عربی میں افراط کے معنی نہایت کثرت کے ہیں اور تقریط کے معنی
 نہایت کمی کے۔ اردو میں ان دونوں لفظوں کی نہ صرف صورت بدل کر افراط تقری بنا
 لیا گیا بلکہ معنی بھی بدل دیے گئے مثلاً کہتے ہیں۔ ”عجب افراط تقری پڑی ہوئی ہے“
 یعنی ہل چل مچی ہوئی ہے۔

- ۲۔ صرف لفظ کو بدلیں جیسے "پلیت" سے "پلیت"۔
- ہزار شاہد و مسواک و غسل شیخ کرے ہمارے عندیئے میں تو وہ ہے خیت پلیت
- ۳۔ صرف معنی بدل دیں جیسے "روزگار" کہ فارسی میں زمانے کو کہتے ہیں۔ اردو میں "روزگار" کے معنی ہیں نوکری۔
- "خاطر عربی میں خیال کو کہتے ہیں۔ لیکن اردو میں دل۔ لحاظ اور تواضع کو۔
- (۴) حرکات اور معنی بدل دیں جیسے "مشاط" کو عربی میں مبالغے کا صیغہ ہے اور "مشط" (یعنی کٹھنری) سے مشتق ہے۔ فارسی میں "مشاط" وہ عورت ہے جو عورتوں کو بناؤ سنگار کر لے یعنی ناٹن۔ اردو میں "مشاط" (بہر تشدید) بنا لیا گیا ہے اور معنی رکھ گئے۔ "وہ عورت جو لڑکے لڑکی کی نسبت کر لے"۔
- (۵) جمع سے واحد کے معنی لیں۔ جیسے اصول۔ احوال۔ اشعار۔
- (۶) دوسری زبان کے مادوں سے ایسے صیغے بنالیں جو اس زبان میں مستعمل نہ ہوں۔ جیسے عفو اور عتاب سے سفاک اور معنوب۔
- نوٹ۔ "تاریخ" کی بعض مثالیں حیرت انگیز ہیں۔ حضرت "کے معنی بڑے مقدس کے ہیں۔ لیکن اردو والوں نے حضرت "سے مراد ہی کچھ اود لے لی۔ اسی طرح "صلوۃ" نماز کے لئے تھا لیکن اردو میں اس کی جمع (صلواتیں) بنا کر معنی بالکل الٹ دئے گئے۔ "گنیش" خدا کے ناموں میں سے ایک نام تھا۔ اس پر "گوبر" کا اضافہ کر کے گاؤں اور احمق کے معنی لئے گئے۔

علم صرف

صرف کے لغوی معنی پھرنے کے ہیں۔ اس پر قواعد کی اصطلاح میں صرف اس علم کا نام ہے جس میں حروف و حرکات کے تغیر و تبدل سے طرح طرح کے الفاظ

اور معنی پیدا کئے جاتے ہیں۔ جیسے کرنا سے کرتے ہیں یا کرے گی۔ کرنے والا۔ کیا ہوا وغیرہ
لفظ کی تعریف پہلے آچکی ہے یہ دو طرح کا ہوتا ہے (۱) با معنی اور (۲)
بے معنی۔ بے معنی کو ہم کہتے ہیں۔ مثلاً روٹی، دوٹی، میٹرنگی، با معنی ہے اور دلی، ہمایا۔
بے معنی موضوع کہلاتا ہے۔

لفظ موضوع سے اگر اکیلے معنی سمجھے جائیں تو اسے کلمہ کہتے ہیں۔ چپ ہنسا
گر پڑنا، ہو سکا، مار ڈالنا، کھڑا ہونا، اگرچہ بظاہر دو دو لفظ ہیں۔ مگر مرکب ہو کر ان سے
ایک معنی سمجھے جاتے ہیں۔ لہذا ان میں سے ہر ایک کلمہ ہے۔
خود طے۔ (۱) تعریف بالالفاظ سے ہر کلمہ لفظ کہلا سکتا ہے۔ لیکن لفظ کو کلمہ
ہنیں کہہ سکتے (۲) عام طور پر کلمے کو لفظ ہی کہہ دیتے ہیں۔

کلمہ

کلمہ تین قسم کا ہوتا ہے۔ اول اہم جو تمام معنی دیتا ہے۔ مگر اس میں وقت کا
شمول نہیں ہوتا۔ پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ اس کا وجود لفظ آسکے۔ مثلاً حادثہ، گھوڑا، زمین
خوشی، محنت وغیرہ۔
دوم فعل جو اکیلا معنی تو دیتا ہے مگر اس میں کوئی نہ کوئی زمانہ بھی پایا جاتا ہے
مثلاً کھاتا ہے، اُڑے گا، آئے۔ کرو۔ مت جاؤ وغیرہ۔

نوٹ۔ وہ الفاظ جن میں افعال اور حرکات کا بیان تو ہوتا ہے۔ لیکن زمانہ نہیں ہوتا۔
(مثلاً گھانا، اٹھنا، آنا۔ کرنا جانا وغیرہ) فعل نہیں ہوتے بلکہ اسم کہلاتے ہیں۔

سوم حروف جو اکیلا کچھ معنی نہیں دیتا بلکہ اکوڑوں میں ربط اور تعلق قائم کرنے

کے زمانے تین ہوتے ہیں (۱) گزرا ہوا جسے ماضی کہتے ہیں۔ (۲) موجودہ جو حال کہلاتا ہے اور
(۳) آنے والا جسے مستقبل کہا جاتا ہے۔ تینوں زمانوں کی مثال۔ یہ وہ کرتے ہیں اب جو کیا نظر آئے

کے لئے آتا ہے۔ مثلاً سے میں نکلتا اگر مگر و غیرہ۔

نوٹ، (۱) واضح رہے کہ یہ حرف کلمے کی قسم ہے اور دو یا زیادہ حروف تہجی کلمے بنتا ہے۔

۲۔ حرف کا مفصل حال حصہ نحو میں آئے گا۔ حصہ حروف میں صرف حروف عالمہ کی ضرورت ہوگی اور وہ حسب ذیل ہیں۔ میں سے تنک۔ پر سے کو۔ گا۔ کے۔ کی۔
مختصر الفاظ میں کلمے کی تینوں قسموں کی تصریحیں یوں ہوں گی۔

(۱) اسم۔ وہ کلمہ ہے جو ایک لامنی ہے اور اس میں کوئی زمانہ نہ پایا جائے۔

(۲) فعل۔ وہ کلمہ ہے جو ایک لامنی ہے لیکن اس میں کوئی نہ کوئی زمانہ بھی پایا جائے۔

(۳) حرف۔ ایسا کلمہ ہے کہ جب تک اس کے ساتھ کوئی اور کلمہ نہ ملے وہ اپنے معنی ظاہر نہ کرے۔

اسم

اسم کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) جامد (۲) مَصْدَر اور (۳) مُشْتَق سے جامد۔ وہ اسم ہے جو نہ خود کسی سے نکلا ہو۔ اور نہ کوئی دوسرا لفظ اس

نکلتے۔ جیسے ہاتھی۔ گھوڑا۔ چاقو۔ قلم۔ تلوار۔

مَصْدَر۔ وہ اسم ہے جو خود تو کسی سے نہ نکلا ہو لیکن اس سے اور

الفاظ نکلیں۔ جیسے کھانا پینا۔ پڑھنا۔ لکھنا۔ اُچھلنا۔

مُشْتَق۔ وہ اسم ہے جو کسی اور کلمے سے نکلا ہو۔ جیسے کھانے والا۔

پینے والا۔ پھین۔ نہ نکلائی۔ لکھا ہوا۔

اسم جامد

اسم جامد کی دو قسمیں ہیں۔ مَبْرُوفہ اور مُکَرَّمہ۔

مَعْرِفَہ وہ ہے جس سے خاص شخص یا خاص چیز سمجھی جائے۔ مثلاً حامد۔ محمود۔ دلی کلکتہ۔ جتنا۔

نکرہ وہ ہے جس سے عام شخص یا چیز مراد ہو۔ مثلاً آدمی درخت۔ کتاب کاغذ۔ پتنگ۔

مؤثرہ کی چار قسمیں ہیں:- ۱۔ اعلم۔ ۲۔ صمیمہ۔ ۳۔ اشارہ۔ ۴۔ موصول۔
۱۔ اعلم وہ خاص نام ہے جو ماں باپ نے رکھا ہو یا لوگوں نے قرار دیا ہو۔ یہ پانچ طرح کا ہوتا ہے۔ ۱۔ خطاب۔ ۲۔ لقب، ۳۔ عوت، ۴۔ کنیت، ۵۔ تخلص۔
۱۔ خطاب ایسا نام ہے جو بادشاہ اور امراء وغیرہ کسی شخص کو عنایت کرتے ہیں مثلاً خان بہادر۔ رائے صاحب۔ شمس العلماء۔ شفاء الملک۔ ملک الشعراء

۲۔ لقب۔ ایسا نام جو کسی شخصیت کی بنا پر مشہور ہو جائے۔ مثلاً حضرت ابراہیمؑ کا لقب خلیل اللہ حضرت موسیٰؑ کا لقب کلیم اللہ حضرت عیسیٰؑ کا لقب روح اللہ مرزا اسد اللہ خان غالب کا لقب مرزا نوشہ مسز مرحونی نائیڈ کا لقب بلبل ہند، مسز عرف۔ وہ نام جو پیار یا حقارت کی وجہ سے پڑ جائے یا اصل نام مختصر ہو کر لوگوں میں مشہور ہو جائے کبھی کبھی یہ اختصار بے معنی بھی ہو جاتا ہے۔ مثلاً حسن علی عوت چھوٹے میاں۔ میاں عسکری عوت میر کلہ۔ فرزند علی عوت فندی۔ رشید اختر عوت جتھر میاں۔ سراج الدین عوت مہاجا۔

۴۔ کنیت۔ جو نام باپ یا ماں یا بیٹے یا بیٹی کے نام سے لیا جائے مثلاً ابو داؤد ابن۔ اشیر۔ اسم سلیم۔ بنت کنینہ۔ گلو کا باب کوٹ۔ کنیت کا رواج دراصل عرب میں ہے۔ ہندوستان میں اسے ضرورتاً استعمال کیا جاتا ہے۔ یعنی ایسے گھروں میں جہاں میاں بیوی کا نام نہیں لیتا اور بیوی میاں کا نام نہیں لیتی۔ کنیت سے کام لیتے ہیں۔

۵۔ تخلص وہ مختصر نام جو شاعر لوگ اپنے لئے تجویز کرتے ہیں۔ مثلاً مرزا محمد رفیع کا تخلص سودا تھا مولوی محمد حسین کا آزاد مرزا اسد اللہ خاں کا غالب۔ ڈاکٹر سیر محمد اقبال کا اقبال۔ موجودہ زمانے کے شاعروں میں نواب سراج الدین احمد خاں کا تخلص سائل ہے۔ اور سید وحید الدین کا بیخود۔

نوٹ :- تخلص پر بالعموم نشان (رسم) بنا دیا کرتے ہیں۔

۶۔ ضمیر ایک مختصر نام ہے جو منکلم (کلام کرنے والے) حاضر (جس سے بات کی جائے) اور غائب (جس کی بابت کچھ کہا جائے) کے نام کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے۔ جس اسم کی جگہ ضمیر استعمال کرتے ہیں۔ وہ مَرُوح کہلاتا ہے۔ مثلاً زید آیا اس کا دوست بازار جا چکا تھا۔ اس نے دو گھنٹے تک انتظار کیا۔ آخر کار وہ اپنے گھر چلا گیا۔

اس عبارت میں "اس" اور "وہ" ضمیر ہیں اور "زید" ان ضمیروں کا مرجع عام طور پر مرجع ضمیر سے پہلے ہوتا ہے۔ مگر نظم میں کبھی کبھی ضمیر مرجع سے پہلے بھی آ جاتا ہے۔ مثلاً آتش کا شعلہ ہے۔

بتیاں اُس کی بنا کر میں کروں روشن چراغ باد سے اُڑ کر کُجھا دے گورادامن چراغ اس شعر میں اُس کا مرجع "دامن" ہے جو دوسرے مصرع میں آیا ہے۔ ایسی ضمیروں کو اعتبار قبل الذکر کہتے ہیں۔

ضمیر کی شکلیں موقع کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہیں۔

۱۔ جب ضمیر کا مرجع فعل سے فاعلیت و کام کرنے والے کی حالت کا تعلق رکھتا ہو تو اس کی شکلیں حسب ذیل ہوں گی۔

واحد	جمع	واحد	جمع	حاضر	غائب
کُس	اُنہوں	تُو	تو	مُنکلم	مُنکلم
وہ	وہ	وہ	وہ	وہ	وہ

ایسی حالت کو فاعلی کہتے ہیں۔

(۲) جب ضمیر کا مرجع فعل سے مفعولیت کا تعلق رکھتا ہو۔ تو اس کی صورتیں اس طرح ہوں گی۔

غائب	حاضر	متکلم
واحد	واحد	واحد
اُسے	تجھے	مجھے
یا	یا	یا
اُس کو	تجھ کو	مجھ کو
جمع	جمع	جمع
اُنہیں	تُنہیں	مُنہیں
یا	یا	یا
اُن کو	تُن کو	مُن کو

ضمیر کی ایسی حالت کو مفعول کہتے ہیں۔

(۳) جب ضمیر کا مرجع کسی چیز سے کوئی اور نسبت رکھتا ہو۔ تو اس کی شکلیں یوں ہوں گی

غائب	حاضر	متکلم
واحد	واحد	واحد
اُس کا	تیرا	میرا
یا	یا	یا
اُس کے	تیرے	میرے
یا	یا	یا
اُس کی	تیری	میری
یا	یا	یا
اُن کا	تمہارا	ہمارا
یا	یا	یا
اُن کے	تمہارے	ہمارے
یا	یا	یا
اُن کی	تمہاری	ہماری
یا	یا	یا

ضمیر کی ایسی حالت کو اضافی کہتے ہیں۔

(۴) جب ضمیر کسی صفت کے موصوف کے طور پر استعمال ہو تو اس کی شکلیں جب ذیل ہوں گی۔

غائب	حاضر	متکلم
واحد	واحد	واحد
اُس	تجھ	مجھ
جمع	جمع	جمع
اُن	تُم	ہم

استعمال۔ اُس نوب کا کیا قصور۔ مجھنا تو اس میں اب کچھ نہیں۔ تم نادان کیا جانو۔
ضمیر کی ایسی حالت کو توصیفی کہتے ہیں۔
نوٹ۔ چاروں حالتوں میں غائب اور حاضر کے لئے تظنیاً لفظ استعمال کیا
جاتا ہے۔ اس معاملے میں غالباً اُر و زربان منفرد ہے۔

اشارہ۔ وہ اسم ہے جس سے کسی شخص یا جگہ یا چیز کی طرف اشارہ کرتے ہیں
جس کی طرف اشارہ کیا جائے وہ "مشار" الیہ کہلاتا ہے "مشکا" "بیر کا" اسی میں "بیر"
اشارہ ہے۔ اور "لڑکا" "مشار" الیہ۔

اشارہ یا تو نزدیک کے لئے ہوتا ہے یا دور کے لئے نزدیک کے اشارے کو
اشارہ قریب کہتے ہیں۔ اور دور والے کو اشارہ بعید۔ "بیر" اشارہ قریب کے لئے
آتا ہے۔ اور "وہ" اشارہ بعید کے لئے۔ کبھی اشارہ قریب کی صورت میں بچائے
"بیر" کے واحد کے لئے "اُس" اور جمع کے لئے "اُن" لیتے ہیں اور اشارہ بعید کی صورت
میں بچائے "وہ" کے واحد کے لئے "اُس" اور جمع کے لئے "اُن" لایا جاتا ہے۔

اسمائے اشارہ میں جب زور دینا مقصود ہوتا ہے۔ تو یہی کا اضافہ کر دیتے
ہیں یکن اس طرح کہ اس کو "حذف ہو جاتی ہے۔ مثلاً یہی (یہ ہی) وہی (وہ ہی)
اسی (اس ہی) اُسی (اُس ہی) "اُن" اور "اُن" کے ساتھ جب یہی لگاتے ہیں تو شکل
اور آواز دونوں میں تبدیلی ہو جاتی ہے یعنی یہ نہیں اور "انھیں" بن جاتے ہیں۔
نوٹ۔ (۱) کبھی کبھی لفظ یوں بھی اشارے کا کام دیتا ہے۔ مثلاً یوں کہو۔ "گوشت
کہو حقیقت یوں ہی ہے صحیح یوں ہی تھا۔"

(۲) اسم اشارہ اور اسم ضمیر میں یہ فرق ہے کہ ضمیر قائم مقام اسم ہوتی ہے
اور اشارہ اسم کے ساتھ ہوتا ہے۔ خواہ اسم مذکور ہو یا محذوف۔

نم۔ موصوول۔ وہ تمام اسم ہے جس کا مطلب پورے جملے کے بغیر سمجھ میں نہیں

اور اس سے کوئی وصف مفہوم نہ ہو۔ مثلاً اُگ۔ پانی۔ انسان۔ حیدان۔ زمین۔
اسم ذات کی پانچ قسمیں ہیں۔ (۱) اسم آلہ (۲) اسم ظرف (۳) اسم صوت (۴) اسم
مُصنّف (۵) اسم مکبر۔

(۱) آلہ۔ اذراؤں یا ہتھیاروں کے نام مثلاً چاقو۔ چھری۔ قلم۔ تلوار۔ مندوق
کبھی دوسرے الفاظ میں کچھ تصرف کر کے اسم آلہ بنا لیتے ہیں۔ مثلاً دھونچکی۔ ٹھیکنی
(جو اصل میں پھینکنی تھا) پھلنی (جو اصل میں چھاننی تھا) نخیل۔ گھڑیاں۔

فارسی اور عربی اسمائے آلہ بھی اردو میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ مثلاً دسپنا۔
قلم ترش۔ جاروب۔ رُو مال۔ مقراض۔ میزان۔ مسواک۔ مضرب۔ مقیاس۔ مسطر۔
نوراک۔ عربی اسمائے آلہ کا پہلا حرف میم مکسور ہوتا ہے۔

(۲) ظرف۔ وہ اسم جو جگہ یا وقت ظاہر کرے۔ جگہ ظاہر کرنے والے کو ظرف
مکان کہتے ہیں۔ (مثلاً گھر۔ گلی۔ گماناؤ۔ شہر۔ ملک) اور وقت ظاہر کرنے والے
کو ظرف زمانہ مثلاً صبح۔ شام۔ دوپہر۔ رات۔ دن) بعض اسم ظرف مرکب ہوتے
ہیں مثلاً طمسال۔ گھڑسال۔ پھلواری۔ پاٹ سالہ۔ گڑ سالہ۔
کبھی مصدر بھی اسم ظرف کا کام دیتا ہے مثلاً جھرنّا (پانی جھرنے کی جگہ)
(شا پھرنے کی جگہ مراد چراگاہ)

فارسی کے بہت سے اسم ظرف اردو میں مستعمل ہیں مثلاً ہندوستان
(افغانستان۔ گلزار۔ کوہسار۔ بُت کدہ۔ حرم سرکے۔ کتب خانہ۔ جریار۔ عید گاہ۔
قلدان۔

نورٹ۔ (۱) دان اگرچہ فارسی لفظ ہے۔ مگر کبھی کبھی اردو اسموں کے آخر میں بڑھا
کر ظرفیت کے لئے استعمال کر لیا کرتے ہیں۔ مثلاً پاندان۔ پیک دان۔
(۲) عربی میں اسم ظرف مسکن ہوا زمان کا پہلا حرف میم مفتوح ہوتا ہے اور

کئی عری اسمائے ظرف اُردو میں استعمال ہوتے ہیں مثلاً محفل۔ مجلس۔ مسجد۔
مغربیہ مجلس منہج۔ مکتب۔ مدرسہ۔ مقبرہ۔

(۳) بعض الفاظ ایسے ہیں کہ ان سے کسی خاص جگہ یا وقت کا
تعیین نہیں ہوتا۔ لیکن ان میں ظرفیت کے معنے پائے جاتے ہیں مثلاً جہاں۔
جہاں نہاں جس جگہ۔ جہاں جہاں۔ جب جس دم۔ جب جب۔ جس وقت جس گھڑی
جس آن۔

(۴) صوت۔ وہ اسم جس سے جاندار یا بے جان کی آواز ظاہر ہو مثلاً درقہ
میاؤں میاؤں۔ سائیں سائیں۔ قل قل قل۔ جھم جھم جھم جھم۔
پٹنی میں بوندیں جھل جھل جھل۔ پٹنی میں سکریاں کھل کھل کھل کھل
پھرتی ہیں کرتی ہر پھیر چڑیاں۔ اڑتی ہیں پھیر پھیر پھیر چڑیاں
ذرا بھی سہہ صد چاک میں جڑ پاول۔ توڑ پٹ جاتے ہیں تار در فتر اتر اتر
تبض الفاظ ایسے ہیں جن سے کسی چیز کی آواز ظاہر نہیں ہوتی بلکہ انوروں
کے ہانکنے وغیرہ کے لئے بولے جاتے ہیں۔ وہ بھم بھم صوت کہلاتے ہیں مثلاً دھت دھت
بری بری۔ رہا تھکی کے ہانکنے اور بھٹانے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

(۵) مصغرتہ اسم کے معنوں میں اصلی حالت کی نسبت چھٹائی پائی جائے
مصغرتہ اسم کے آخر میں عموماً یائے معروف آتی ہے مثلاً پہاڑ سے پہاڑی۔ پیالہ سے
پیالی۔ بالاسے بالی۔ تھالی سے تھالی۔ شیشہ سے شیشی۔
کعبی آخر میں الف بھی آتا ہے مثلاً میٹھی سے میٹھا۔ بھائی سے بھویا۔ بہن
سے بہنا۔ جو رو سے جو روا۔ مرد سے مردوا۔

مصغرتہ کی چند اور علامتیں بھی ہیں۔ لیکن وہ بہت کم استعمال میں آتی ہیں مثلاً
پلنگ سے پلنگڑی۔ کھاٹ سے کھٹولا۔ کونڈا سے کنڈالی۔ جھن سے جھنجی۔ ساپ سے
سپنولیا۔

بعض فارسی اسمائے مصغر بھی اردو میں مستعمل ہیں۔ مثلاً باغیہ۔ مشکینہ۔
نوٹ :- اسم مصغر کسی تو بیاراد و شغف کے لئے آتا ہے۔ تبھی اس سے حقیقتاً چٹائی مقصود
ہوتی ہے۔ اور کبھی محض تحقیر کی غرض سے لاتے ہیں۔

(۵) مکملہ جس اسم کے معنوں میں اصلی علت کی نسبت بڑائی یا ٹی جائے اس کے
لئے مختلف علامتیں ہیں۔ مثلاً بات سے بننگڑ پگڑی سے پگڑ گٹھڑی سے گٹھڑ پگڑی
سے لگڑ۔ چھتری سے چھتر۔
بعض فارسی اسمائے مکملہ بھی اردو میں بلا تکلف بولے جاتے ہیں مثلاً شاہراہ۔
شہنوت۔ شاہباز۔ شہسوار۔ شاہنشاہ۔

(۶) کنایہ۔ کلام میں جب کسی کا نام صراحت سے نہیں لینا چاہتے یا کسی تعداد کا
کھول کر بیان کرنا مقصود نہیں ہوتا یا کسی مطلب کو مختصر کرنا منظور ہوتا ہے تو ہم الفاظ
استعمال کرتے ہیں۔ ایسے الفاظ اسمائے کنایہ کہلاتے ہیں۔ مثلاً کسی کا نام صراحت سے نہیں
لینا چاہتے۔ تو کہتے ہیں۔ وہ۔ کسی۔ فلاں۔ فلاں شخص۔ وہ شخص۔ امکا دھمکا۔ ایسا
تیا۔ ایسا اور غیر۔ یہ سب اسمائے کنایہ ہیں۔

رباعی

جب ناک تھے گرہ میں احمقوں کے پیسے سب کہتے تھے ان کو آپ ایسے ایسے
مفسل جو ہوئے تو پھر کسی نے اے ذوق پوچھا نہ کہ تھے کون وہ ایسے ایسے
غالب

پھر جی میں ہے کہ درپر کسی کے پڑے رہیں سرزیر بار منت درباں کئے ہوئے
ذوق

یاں کہ نہ کا مقرر قاصد وہ دن کرے جو تو ملے گا تجھے دوں گا خدا وہ دن کرے
اختصار مطلب کی مثال کے لئے ذوق کا یہ شعر دیکھیے۔

جتنی لہنے افشاں جو لے رہی ہیں ہے * تیاروں میں کیا کیا چٹل اور چٹیں ہیں
 اتنا۔ اتنے۔ اتنی تعداد کے اجمال کی غرض سے لاتے ہیں مثلاً اتنا روپیہ کافی ہے
 اتنے آدمی وہاں کیا کریں گے۔ اتنی مٹی نہ لے جاؤ۔

۳۔ استفہام۔ وہ اسم جو پوچھنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ ذیل میں کچھ
 اسمائے استفہام مثلاً موقع استعمال دیتے جاتے ہیں۔

(۱) کون۔ انسان کے لئے آتا ہے۔ حسب موقع اس کو۔ کس۔ کسے۔ کس کس۔ کن
 کتھوں۔ کتھیں۔ کن کن وغیرہ میں بدل لیا جاتا ہے۔

(۲) کونسا۔ انسان۔ حیوان اور بے جان سب کے لئے آتا ہے۔ اس کی صورت
 بھی حسب موقع بدل لیتے ہیں۔ مثلاً کون سے۔ کون سی۔ کون سوں۔ کون سیوں۔ کون
 کون سا۔ کون کون سے۔ کون کون سوں۔ کون کون سیوں۔

(۳) کیا۔ عموماً حیوان اور بے جان کے لئے آتا ہے کبھی انسان کیلئے بھی مثلاً
 کہ کل کون تھے آج کیا ہو گئے تم ابھی جاگتے تھے ابھی سو گئے تم

(۴) کیا ہے۔ حیوان اور بے جان کے لئے آتا ہے۔ انسان کے لئے کبھی نہیں

(۵) کے۔ تعداد کے لئے

(۶) کتنا۔ مقدار کے لئے

(۷) کتنے اور کتنی۔ مقدار اور تعداد دونوں کے لئے۔

(۸) کیسا۔ کیسے اور کیسی صفت کے لئے۔

(۹) کب۔ کب۔ کب۔ کس دم۔ کس گھڑی۔ کس وقت۔ طرف زمان کے لئے

(۱۰) کہاں۔ کہاں کہاں۔ کس طرف۔ کدھر۔ کس جگہ۔ طرف مکان کے لئے۔

اسمائے استفہام کے استعمال کی چند مثالیں دیکھیے۔

تم جو کہتے ہو مجھے تو نے بہت رُسا کیا کیا گنہ؟ کیا جرم؟ کیا تفسیر؟ میں نے کیا کیا؟

کیا کہا؟ کس سے کہا؟ کس نے سنا؟ کس نے لکھی؟ کس نے جگہ؟ کس وقت؟ کس دم؟ آپ کا چرچا کیا؟
 بند پانچویں کئے جاتے ہیں کہ ہر تو؟ کہ تختے۔ ہے ترانہ نقش قدم چشم نمائی کرتا
 حیران آئینہ دار ہیں ہم! کس سے یارب دو چار ہیں ہم
 نوٹ: جس جملے کے شروع میں ہم استفہام آئے۔ اس کے آخر میں سوالیہ نشان؟
 کا لگنا ضروری ہے۔

۴۔ صفت۔ وہ اسم جس سے کسی دوسرے اسم کی کوئی خصوصیت معلوم ہو۔
 مثلاً سچا۔ جھوٹا۔ الٹی۔ سیدھی۔ کالا۔ گورا۔ ہری ٹوکھی۔ برا بھلا۔ جس کی صفت بیان کی
 جائے اسے موصوف کہتے ہیں۔

صفت کی چھ قسمیں ہیں (۱) صفتِ مثبتہ یا صفتِ ذاتی (۲) اسمِ تفصیل۔
 (۳) اسمِ مبالغہ (۴) صفتِ نسبی (۵) اسمِ عدد (۶) صفتِ عددی۔
 (۷) صفتِ مثبتہ یا صفتِ ذاتی۔ وہ اسم جس سے وصف کا ذات میں
 شامل ہونا سمجھا جائے۔ مثلاً مٹوس۔ سبز۔ شریر۔ ابا بچ۔ پھوپھ۔
 اُردو میں صفتِ مثبتہ کی طریقوں سے بنائے ہیں۔

۱۔ دوسرے اسموں سے مثلاً سیدھ سے سیدھا۔ دج سے سچا۔ جھوٹ سے
 جھوٹا۔ بھوک سے بھوکا۔ پیاس سے پیاسا۔ ڈھال سے ڈھلوان۔ کھیل سے کھلاڑ۔
 رٹائی سے رٹاک۔ بل (طاقت) سے ہل۔ ہنسی سے ہنسوڑ۔ الشارہ
 رات وہ بولے مجھ سے ہنس کر چاہ میاں کچھ کھیل نہیں

۲۔ میں ہوں ہنسوڑا اور تو ہے مقطع میل ترا میل نہیں
 (ب) ہندی کے دو کلمے ملا کر مثلاً من چلا۔ ہنس مکھ منہ پھٹ۔ ہنہ چھٹ۔
 لاجوت۔ بھاگوت۔ کل جیوا۔ کن رسیا۔ ناک کن (نکٹا) کل منہا۔
 (ج) ہندی الفاظ کے ساتھ فارسی یا عربی کے الفاظ ملا کر مثلاً بے چین بے ڈھب

بے دھڑک۔ بے جڑ۔ کھجدار۔ لوچدار۔ چھے دار۔ سدا بہار۔ قول ہمار۔ مئے زور۔ ذوق
 جی عبادت سے چرانا اور حجت کی طلب کام چور اس کام پر کس مئے سے اجرت کی طلب
 (د) عربی اور فارسی الفاظ ملا کر مثلاً بدخصلت۔ نیک عادت۔ عقلمندہ۔ بدطوارہ
 بدصورت۔ خیر بصورت۔ بے صبر بے حیا۔ نیک ذات۔ خوش صفات۔

(لا) ہندی علامات نفی لگا کر مثلاً اٹلی۔ امر۔ اُن جان۔ اُن مل۔ اُن پڑھ۔ نزل
 نراس۔ کراء۔ گدھب۔ گدول۔ سٹول۔ بن سراہ بن جتی۔ ٹڈر۔ ٹھرا۔
 (د) عربی اور فارسی کے بعض صفت مشبہ اردو میں بھی مستعمل ہیں مثلاً شکیل

جمیل حسین خلیق۔ نفیس۔ دانا۔ بینا۔ توانا۔ سنجیدہ۔ دلیر۔
 ۲۔ اسم تفصیل۔ وہ اسم صفت جو اپنے موصوف کو دوسری چیز پر ترجیح

دے۔ مگر نفیس صیغہ اور صورت کے لحاظ سے اسم تفصیل کا وجود اردو میں نہیں ہے
 البتہ عربی اور فارسی کے اسمائے تفصیل اردو میں مستعمل ہیں مثلاً کم تر۔ برتر۔ بہتر

افضل۔ ایکل وغیرہ عربی اور فارسی میں تفصیل کے تین درجے ہیں۔ یہ تین سبکیں نہیں آتیں
 تفصیل نفی۔ تفصیل بعض۔ تفصیل کل۔ لیکن اردو میں یہ سبکیں نہیں آتیں
 جس کو ترجیح دیتے ہیں۔ اسے مفصل کہتے ہیں اور جس پر ترجیح دیتے ہیں
 اسے مفصل علیہ۔

نوٹ :- بعض لوگ اردو میں بھی اچھا۔ بہت اچھا۔ نہایت اچھا کہہ کر تفصیل کو
 تینوں درجے قرار دیتے ہیں۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔

عربی میں اسم تفصیل افضل کے وزن پر آتا ہے مثلاً افضل۔ اکبر۔ اصغر۔ صالح
 اسد۔ مگر اس وزن کے جن صیغوں میں عیب یا رنگ کے معنی پائے جاتے ہیں۔ وہ اسمائے
 تفصیل نہیں ہوتے بلکہ صفات مشبہ ہوتے ہیں مثلاً احوال۔ احمر۔ ابض۔ اسود۔ ازیق
 فارسی میں تر اور ترین تفصیل کے لئے آتے ہیں مثلاً بہتر۔ بدتر۔ برتر۔ نیک تر۔ بدتر۔

لانہی سے زندگی مشکل پڑتی ہے گراں تر جان جسمِ نادر سے
(سو) اہم مبالغہ۔ وہ اہم صفت جو اپنے موضوع کے وصف میں زیادتی ظاہر کرے
اہم تفصیل اور اہم مبالغہ کا بھی فرق اہم تفصیل میں دوسرے کے مقابل
وصف میں ترجیح ہوتی ہے۔ اہم

مبالغہ میں دوسرے کے مقابلہ کا لحاظ نہیں ہوتا۔ بہت بڑا۔ بہت بڑا۔ بڑا ہی۔ نہایت۔
نہایت ہی۔ یہ الفاظ اسمائے صفت پر واقع ہو کر انہیں اسمائے مبالغہ بنا دیتے ہیں۔
مثلاً زیر بہت دانشمند ہے۔ وہ بڑا عالم ہے۔ وہ بہت بڑا عالم ہے۔ وہ بڑا ہی عالم
ہے۔ وہ نہایت خوش بیان ہے۔ وہ نہایت ہی خوش بیان ہے۔
خوب اور عجیب بھی وصف میں زیادتی پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً حامد خوب تقریر کرتے
والا ہے۔ زیر عجیب نالائق ہے۔

بعض اسمائے صفات پر لفظ ”پاک“ بڑھا کر مبالغہ کے معنی پیدا کر لیتے ہیں۔
مثلاً پاک شہدا۔ پاک بے حیا۔
بعض الفاظ پر ”سخت“ کا لفظ داخل ہو کر مبالغہ کے معنی دیتا ہے۔ مثلاً
سخت افسوس کی بات ہے۔ سخت تعجب کا مقام ہے۔
بعض عربی اسمائے مبالغہ بھی اردو میں مستعمل ہیں۔ مثلاً غلام۔ خلاق۔
رزاق۔ غفار۔ ستار وغیرہ۔

(دہم) صفت نسبتی۔ وہ اسم جو کسی شخص یا چیز کا لگاؤ کسی دوسرے شخص یا
چیز سے ظاہر کرے۔ جس کا تعلق ظاہر کیا جاتا ہے اسے منسوب کہتے ہیں اور جس
سے تعلق بیان کیا جاتا ہے اسے منسوب المیہ مثلاً ہندی پنڈت“ میں ہندوستان
منسوب المیہ ہے۔ ہندی صفت نسبتی اور پنڈت منسوب۔

اسی طرح عربی گھوڑا۔ بارسا دوپٹہ۔ دریا کی جائزہ۔ جنگی درخت۔ کاجی سردہ۔ کشمیری

سیب - احمد آبادی پان - لاہوری نمک - ہواٹی جہاز سمندری بیڑا -
صفت نسبتی بنانے کے لئے کوئی تکلیف قاعدہ نہیں تاہم ذیل کے قواعد سے چھوڑ
مل سکتی ہیں۔

(۱) اسم کے بعد یا مے معروف بڑھالیتے ہیں مثلاً دھان سے دھانی - پہاڑ سے
پہاڑی - عجم سے عجمی - شرق سے شرقی - غرب سے غربی -

(۲) آخر میں ہا مختلف ہو تو (د) اسے حذف کر کے سی کا اضافہ کرتے ہیں مثلاً مکہ
سے مکہ - کوفہ سے کوئی (ب) کبھی اُسے واؤ میں بدل کر سی بڑھاتے ہیں مثلاً بھنبہ
سے بیضوی - بلالہ سے بلالوی (ج) کبھی اسے ہمزہ میں بدل کر سی لگاتے ہیں مثلاً
سرمہ سے سرمئی - پستہ سے پستی -

(۳) آخر میں یا مے معروف ہو تو اسے واؤ میں بدل کر سی بڑھاتے ہیں مثلاً
دہلی سے دہلوی - علی سے علوی -

(۴) بعض اسموں پر دی بڑھاتے ہیں مثلاً دم سے دموی - صفرا سے صفراوی
(۵) آخر میں الف ہو تو (و) بعض دفعہ فی کا اضافہ کرتے ہیں مثلاً طلا سے طلائی
سودا سے سودائی اور رب بعض دفعہ اس کو گرا کر وی لگاتے ہیں مثلاً مولا سے مولوی
دُنیا سے دُنوی -

(۶) بعض اسموں میں انی کا اضافہ کرتے ہیں۔ مثلاً رب سے ربانی - حق سے حقانی
(۷) لگہ آخر میں کھڑی زیر ہو تو اس کو الف میں بدل کر فی لگا دیتے ہیں۔ مثلاً
مُصطفیٰ سے مُصطفائی - مرتضیٰ سے مرتضائی -

۱۔ بطریقہ "یا دگار غالب" میں لکھا ہے کہ ایک صحبت میں مرزا غالب میر تقی میر کی تعریف
کر رہے تھے۔ اتفاق سے ذوق بھی موجود تھے انہوں نے سودا کو میر پر ترجیح دی -
مرزا نے کہا - "میں تو تم کو میر کی سمجھتا تھا مگر اب معلوم ہوا کہ تم سودائی ہو۔"

نوٹ :- عربی قاعدے کے مطابق مصطفیٰ اور تفسیر اس فقہ اشاعی کو دور کر کے صفت نسبتی بنتی ہے یعنی مصطفیٰ اور تفسیر اول فارسی واو نے اس میں تصرف کر کے مصطفوی اور تفسیر بنایا۔ پھر اردو والوں نے اس میں مزید تصرف کیا۔ اور مصطفائی اور تفسیر بنالیا۔ موسیٰ سے موسائی اور عیسیٰ سے عیسائی بھی اہل اردو کا تصرف ہے۔
 (۸) بعض ملکوں کے نام سے مثلاً حضرت کر کے ہی کہہ دیتے ہیں مثلاً حضرت
 سے افغانی نہ لکھتے ہیں بلکہ ترک۔ ہندوستان سے ہندی۔ بلوچستان سے بلوچی۔ خوزستان
 سے خوزی۔

(۹) بعض الفاظ کی نسبت میں خلاف قیاس کیا گیا ہے مثلاً عسکری سے
 صغیری۔ یمن سے یمانی۔ ری سے رازی۔ ہران سے ہرونی۔ طے سے طائی۔ بدشال
 سے بدشی۔ ارمینیا سے ارمی۔ مرد سے مردزی۔ نصاریٰ سے نصرائی۔ خراسان سے
 خراسانی۔

(۱۰) کبھی یمن کا اضافہ کرتے ہیں۔ مثلاً زمر سے زمری۔ سیم سے سیمی۔

(۱۱) کبھی لفظ والا بڑھا لیتے ہیں۔ مثلاً کھلکھلے والا۔ بھبھکی والا۔

(۱۲) کبھی کا بڑھا کر صفت نسبتی بنا لیتے ہیں مثلاً غضب کا عیامت کا۔

(۱۳) کبھی سا کا اضافہ کر لیتے ہیں مثلاً پھول سا۔ چاند سا۔

(۱۴) ان کے علاوہ بہت سی ہندی علاقوں سے صفت نسبتی بناتے ہیں مثلاً
 بھون سے گیہواں۔ بکا فوش سے گوار۔ مٹی سے مٹیلا۔ ماں سے میکہ۔ سچ سے
 سچیلہ۔ سات سے ستو۔ دھک سے دھکیا۔ رس سے رسیا۔ پیچ سے پچیا۔ پانی سے پانیل۔
 نوٹ :- کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ منسوب اپنے اپنے منسوب الیہ کی وجہ سے زیادہ مشہور
 ہو کر جو ساقط ہو جاتا ہے اور زبانوں پر صرف منسوب الیہ کا نام رہ جاتا ہے مثلاً مٹھری۔
 حقیقت میں کسی پر یہ نام نہیں بلکہ صفت نسبتی ہے۔ کسی زمانے میں معرستہ بہتر نسبت

ومصری) نہیں نہیں بنتی تھی۔ اس لئے لوگوں نے اس کا نام ہی مصری رکھ لیا۔ اب یہ تمام ایسا رواج پا گیا ہے کہ کسی کو اس کی اصلیت معلوم کرنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوتی۔ علیٰ ہذا اقتصاسُ ملتان (پنجاب) کی ایک خاص مٹی بچوں کو نہلانے یا ان کی تحفیتوں پر لگانے کے کام آتی ہے۔ اب ہر شخص اسے صرف ملتان ہی کہتا ہے۔

(۵) اِکم عدد وہ اکم ہے جو تعداد ظاہر کرے اور جس کی تعداد اس کے ذریعے ظاہر ہو۔ اسے مورد کہتے ہیں مثلاً ایک آدمی۔ دو گھوڑے۔ تین کتابیں۔ ساڑھے دس روپے۔ سو اگیارہ آنے۔ ان میں ایک دو تین ساڑھے دس۔ سو اگیارہ عدد ہیں۔ اور آدمی۔ گھوڑے۔ کتابیں۔ روپے۔ آنے عدد۔ نہ میں اکم عدد ہمیشہ مقدم اور عدد مؤخر آتا ہے۔ مگر نظم میں اس کے خلاف بھی ہوتا ہے۔ مثلاً  برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن۔ ۵

کہے ایک جب سن لے انسان دو کہ حق نے زباں ایک دی کان دو کبھی محدود کو محدود کر دیتے ہیں۔ مثلاً زید کا شمارہ کیلئے؟ چالیس پیاں چالیس سے مراد ہے چالیس روپے۔

نوٹ: ۱۔ (۱) پانچ کے ساتھ چھ یا سات یا سو کا لفظ آئے تو ح کو حذف کر کے پانچ چھ۔ پان سات اور پان سو کہتے ہیں۔

(۲) استعراق مفسود ہو یعنی سب کی سب چیزیں مراد ہوں تو اکائیوں میں تین سے لے کر تمام اعداد کے آخر میں واؤ مجہول اور نوں غنہ زیادہ کر دیتے ہیں۔ مثلاً تینوں۔ چاروں۔ پانچوں۔ تھیں۔ ساتوں وغیرہ یعنی پورے تین پورے چار پورے پانچ وغیرہ۔ دو کے استعراق میں نوں زیادہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً ۵ ایک سب آگ ایک سب پانی دیدہ و دل حذاب ہیں دونوں ساہ پان چھ بعض فقہا بولتے ہیں۔ در نہ گموا پانچ چھ بولا جاتا ہے۔

نوٹ :- بعض لوگ بجائے دونوں کے صرف دونوں بولتے اور کہتے ہیں یہ درست نہیں
 محاصل میں بعض اوقات اسم عدد مکمل آتا ہے مثلاً ایک گائے کو قسم کی کئی چیزیں
 ہوں اور ہم ان کی قیمت دریافت کرنا چاہیں اور پوچھیں کہ ان چیزوں کی کیا قیمت ہے
 تو جواب دینے والا کہے گا۔ ”ایک ایک روپیہ۔ دس دس روپیہ۔“
 نوٹ :- (۱) ایسے موقع پر جب کہ اسم عدد دو ایسے عدد ہوں کہ ایک اعلیٰ ہوا اور
 دوسرا ادنیٰ تو صرف عدد ادنیٰ کو مکرر لائیں گے مثلاً ایک سو میں ہیں۔ دوسو
 اسی اسی۔ لیکن اگر سیکڑوں یا ہزاروں یا لاکھوں کی تعداد اس طرح ظاہر کرنی ہو کہ
 وہ ایک ہے یا دو یا تین وغیرہ جیسے ایک سو۔ دو ہزار۔ تین لاکھ۔ نو حرفت ایک یا
 دو یا تین وغیرہ کو مکرر لاتے ہیں مثلاً ایک ایک سو۔ دو ہزار۔ تین تین لاکھ وغیرہ
 (۲) کبھی نظم میں ”ایک“ ”اک“ ہر جاتا ہے مثلاً
 اٹھایا بار کتبِ قرب شیخ صاحب نے

پراگ تو دم نہ ہوئی ایک یہ کہ ستم نہ ہوئے
 کبھی اسم عدد سے کثرت کے معنی لئے جاتے ہیں۔ مثلاً
 رات میں کلمات بات پہ سو سوئے جواب مجھ کو خود اپنی فحاشات سے ایسا گمان نہ تھا
 ہر لاکھ بیروں کا غیر کوئی نہ جانتا اس کو غیر ہر روز

جیسا یہ اپنا بھی ہوتا اس کو تصور اپنا نہ کیجئے گا
 عدد کسری :- ہر حصہ۔ ہرانی۔ چوتھائی۔ پونا۔ سوا یا۔ ڈیوڑھا اعداد کسری
 کہلاتے ہیں حرفت عا کے آنے سے آدھا۔ پونا۔ سوا یا اور ڈیوڑھا کا آخری الف یا ک
 بھول سے بدل جاتا ہے مثلاً دھے میں پونے کا۔ سوائے پر۔ چوتھائی ایک کے ساتھ

۱۔ عدد کسری کے بیان میں مصنف سے تسامح ہوا ہے

مل کر لڑیٹھ اور دو کے ساتھ مل کر لڑھائی ہو جاتا ہے۔ اور دیگر تمام اعداد کے ساتھ سارے کے ساتھ ہیں۔ مثلاً سارے تین۔ سارے چار وغیرہ۔

نوٹ۔ وہ اسم عدد کبھی نہیں ہوتا ہے۔ مثلاً چند۔ کئی۔ زیادہ۔ بہت۔ ان گنت بے شمار۔ لا تعداد۔ بھوڑے سے۔ بہت سے وغیرہ۔ اس کو لفظ تشکیک کہتے ہیں۔

۲) کبھی اسم عدد بالکل مبہم ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی۔ کوئی سا۔ حروف عامل کے آجانے سے ”کوئی“ عام طور پر کسی میں بدل جاتا ہے۔

۶) صفت عددی۔ وہ اسم صفت جس سے کسی چیز کا شمار درجے یا تہ سے میں معلوم ہو۔

اسم عددی اور صفت عددی میں فرق اسم عددی میں ملتی تعداد ہوتی ہے۔ صفت عددی میں ترتیب کا لحاظ ہوتا ہے۔ مثلاً پہلا۔ دوسرا۔ تیسرا۔ چوتھا۔ پانچواں۔ چھٹا۔ ساتواں۔ آٹھواں۔ نویں۔ دسواں۔ بیسواں۔ تیسواں وغیرہ۔ یہ سب صفت عددی ہیں۔ پانچ کے بعد ”دس“ لگانے ہیں۔ اور سات سے آگے تمام میں ”داں“ لگایا جاتا ہے۔ نوٹ۔ وہ حروف عامل کے آنے سے پہلا۔ دوسرا تیسرا اور ”داں“ کا لفظ بائیں بھول میں بدل جاتا ہے۔ ۷۔

ہم بھی ہیں پانچوں سواروں میں

۶) صفت عددی کے بدل لفظ ”واقع“ ہو تو بھی اس میں یہی تبدیلی ہوگی۔ جو اوپر مذکور ہوئی مثلاً پہلے۔ دوسرے وغیرہ۔

۷) صفت مقداری۔ وہ اسم جس سے چیزوں کی مقدار معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً کچھ مانج۔ تھوڑی سی شکر۔ میر بھرا گود۔ گز بھر کپڑا۔ بہت سی مٹی۔
۸) صاحب تصنیف نے صفت کی صرف چھ قسمیں بتائی ہیں۔

صفتِ مقداری کی دو صہیں ہئیں۔ ۱۔ عیین اور ۲۔ غیر عیین یا مبہم۔
 ۱۔ عیین جس سے مقدار بالصرحت معلوم ہو۔ مثلاً تولہ بھر۔ گز بھر۔ چٹانک
 بھر۔ مچھی بھر۔ چلو بھر۔

۲۔ غیر عیین یا مبہم جس سے صحیح مقدار معلوم نہ ہو۔ مثلاً بہت۔ بہتیرا۔ خوب
 زیادہ۔ بہت زیادہ۔ بہت کچھ۔ کچھ کچھ۔ بخور۔ بخور۔ بخور۔ بخور۔ ہلکا ہلکا۔ ذرا ذرا۔
 کم۔ کم کم۔ بخور۔ ہلکا سا۔ ذرا سا۔ بہت سا۔

نوٹ ۱۔ (۱) کبھی ”یہ“ اور ”وہ“ بھی بطور صفتِ مقداری میں مشترک ہئیں۔ مثلاً یہ
 گرمی بڑی کر دمانع کچھل گئے۔ وہ طوفان آیا کہ خدا کی پناہ۔

(۲) کچھ۔ بہت۔ زیادہ کم عدد اور صفتِ مقداری میں مشترک ہئیں ان پر
 نیز سیاقِ کلام سے ہو سکتی ہے مثلاً کچھ رط کے اور کچھ بانی۔ بہت کتابیں اور بہت دودھ
 زیادہ عورتیں اور زیادہ آگ۔

جنس (تذکیر و تانیث)

اصل میں تو مذکر ہے اور مادہ مؤنث۔ مگر جو چیزیں نر اور مادہ نہیں ہئیں
 اہل زبان ان کو بھی مذکر یا مؤنث قرار دے لیتے ہئیں۔ اصلی تذکیر و تانیث کو حقیقی یا
 قدرتی کہتے ہئیں۔ اور جو انسان نے فرض کر لی ہو اسے غیر حقیقی یا عجابی۔

اکثر جانداروں میں تذکیر و تانیث حقیقی ہوتی ہے اور بے جان چیزوں میں غیر
 حقیقی۔ لیکن بعض چھوٹے جانداروں مثلاً چیونٹا، چیونٹی یا دیگر سرسٹ الار میں مکے
 سہلے میں بھی محض نیاں سے کام لیا جاتا ہے۔

بے جان چیزوں کی تذکیر و تانیث کا جھگڑا دنیا کی بہت کم زبانوں میں ہے

اور جہاں ہے۔ وہاں ان کے امتیاز میں بڑی اوقات کا سامنا ہوتا ہے۔ لیکن اردو میں یہ وقت اور بھی زیادہ ہے۔ مثال کے طور پر گھن "اور دھن" کو لیجئے۔ دونوں لفظوں میں حروف کی تعداد اور حرکات و سکنات میں کچھ فرق نہیں مگر تذکیر و تانیث کے لحاظ سے یہ ایک دوسرے کی ضد ہیں یعنی گھن "مذکر" سمجھا جاتا ہے اور دھن "کوموئنٹ"۔

انسان کی تذکیر و تانیث

اردو میں بعض انسانی اسم ایسے ہیں کہ ان کے مراد مادہ لفظاً بالکل مختلف ہیں مثلاً

مذکر۔ مونث	مذکر۔ مونث	مذکر۔ مونث	مذکر۔ مونث
باپ۔ ماں	خیم۔ جوڑو	مرد عورت	راجہ۔ رانی
ابا۔ اماں	سسر۔ ساس	بادشاہ۔ بیگم	بائے۔ رانی
بھائی۔ بہن	دوہا۔ دلہن	نواب۔ بیگم	غلام۔ لونڈی
میاں۔ بیوی	دادا۔ بہو	ساجہ۔ بیگم	رندوا۔ راند

بعض عربی۔ فارسی اور ترکی الفاظ پر امتیاز تذکیر و تانیث اردو میں استعمال کئے جاتے ہیں مثلاً۔

مذکر۔ مونث	مذکر۔ مونث	مذکر۔ مونث	مذکر۔ مونث
والد۔ والدہ	خادم۔ خادمہ	بیگ۔ بیگم	مذکر۔ مونث
خالو۔ خالہ	داماد۔ عروس	بادشاہ۔ بادشاہ بیگم	
ملک۔ ملکہ	خان۔ خانم	نواب۔ بیگم	

قاعدے۔ مذکر سے مونث بنانے کے لئے کوئی کلیہ ناعدہ نہیں تاہم چند قواعد

ملہ۔ فصیحوں کی زبان پر حشر "اندو شد اسن" ہیں۔

درج ذیل ہیں۔

۱۔ مذکر کے آخر میں الف ہو۔ تو اس کو عام طور پر ہی میں بدل دیتے ہیں مثلاً
بیٹا سے بیٹا۔ چچا سے چچی۔ دادا سے دادی۔ نانا سے نانی۔ پھوپھا سے پھوپھی
لنگڑا سے لنگڑاچی۔ اندھ سے اندھی۔ بوڑھا سے بوڑھی۔ جولاہا سے جولاہی
بھٹیالہ سے بھٹیالہری۔

۲۔ اگر مذکر کے آخر میں ی ہو تو اکثر نون سے بدل دیتے ہیں۔ مثلاً درزی
سے درزن۔ دھوبی سے دھوبن۔ تیلی سے تیلن۔ موچی سے موچن۔ حلوائی
سے حلوائن۔ نائی سے نائین۔ فرنگی سے فرنگن۔ یہودی سے یہودن۔ مالی سے
مالن۔ پارسی سے پارسن۔

۳۔ اگر مذکر کے آخر میں ر ہو تو بالعموم سی کا اضافہ کرتے ہیں۔ مثلاً سنار
سے سناری۔ لہار سے لہاری۔ کہار سے کہاری۔ چار سے چاری
حلال خور سے حلال خوری۔

مندرجہ ذیل مذکر ایسے ہیں جن کی مائیش کے لئے کوئی خاص قاعدہ نہیں

مذکر۔ مونث	مذکر۔ مونث	مذکر۔ مونث
سقا۔ سقن	کتھیدار۔ کتھیدارنی	پنڈت۔ پنڈتانی
کچڑا۔ کچڑان	تھارہ دار۔ تھارہ دارنی	مختل۔ مختلانی
رنگینہ۔ رنگین	بندو۔ بندی	سید۔ سیدانی
دوہا۔ دھن	انگریز۔ انگریزی	شیخ۔ شیخانی
پنجابی۔ پنجابن	سلطان۔ سلطانی	برہن۔ برہنی
ہنگالی۔ ہنگالین	ڈوم۔ ڈومنی	اُتار۔ اُتارنی
فرنگی۔ فرنگین	ہنگ۔ ہنگنی	پٹھان۔ پٹھانی

لہٰذا جن تشدید شدہ اسمائے مذکر سے سیلاں بنائی جاتی ہیں محمد کی دہائی
معاذ میں یہ غلط ہے کہ نون سے بدل دیا جائے

شناخت - بعض اسمائے معرفہ ایسے ہیں کہ ان میں داؤ آتی ہے اور اگر وہ داؤ متہ دف پڑھنی جائے تو مذکر سمجھا جاتا ہے اور اگر مچھول پڑھی جائے تو مؤنث۔ مثلاً

مذکر - رامو - کرمو - برھو - منگلو - بھلو - دینو -
مؤنث - رامو - کرمو - برھو - منگلو - بھلو - دینو

لفظ کچھ لڑکے اور لڑکی دونوں کے لئے مشترک ہے لیکن عام طور پر مصبوت مذکر استعمال ہوتا ہے۔ "داروغہ" "یتیم" اور "لوگر" بھی مشترک ہیں لیکن استعمال میں تذکر و تائیت کا امتیاز ہو جاتا ہے۔ مثلاً میں تمہارا تذکر نہیں ہوں۔ میں تمہاری تذکر نہیں ہوں۔ یتیم مرد ہی ہے۔ یتیمہ عورت ہے۔ ان کی طار و سر مکان چھٹی پر ہے۔ ان کا داروغہ باغات آگیا۔

حیوان کی تذکر و تائیت

بعض حیوانوں کے ترادہ ۰۰ لفظاً عداً ہوتا ہے مثلاً بیل کی مادہ گائے اور بٹ کی مادہ سانڈا ہے۔

حیوانی اسموں کے ترادہ سے مادہ بنانے کے لئے بھی ایک قاعدہ تو ترتیب قریب وہی ہے۔ جو انسانوں کے لئے ہے یعنی اگر آخر میں الف ہو تو سی سے بدل دیئے ہو مثلاً بٹانے سے بٹا، مرغی سے مرغی، بکرا سے بکری، گھوڑا سے گھوڑی لیکن چڑیا سے چڑیا، چوہا سے چوہیا اور گائے سے گتیا بناتے ہیں۔

کچھ ایسے ہیں جن کے لئے کوئی مقبرہ احوال نہیں مثلاً گیدڑ سے گیدڑی، کبوتر سے کبوتری، ناگ سے ناگن، بھیر سے بھیری، بندر سے بندریا۔

لے اور بٹ کی مادہ اونٹنی بھی ہے لیکن سانڈائی خاص طور پر سواری کی اونٹنی کو کہتے ہیں۔

بعض جانوروں کے حرف تذکر نام استعمال میں آتے ہیں مثلاً گوا۔ اُلو۔ اردو۔ گرگٹ
 خرگوش۔ باز۔ گرگ۔ باشہ۔ پالوہ۔ گدھ۔ بچھڑ۔ کھٹمل۔ جگنو۔ ہریل۔
 بعض کے حرف مٹوٹ نام مستعمل ہیں مثلاً کوئیل۔ چیل۔ قمری۔ چھپکلی۔ پھلی۔ مکھی
 مرغابی۔ چھچھوندر۔ مینا۔ ناختر۔ شاما۔ گلہری۔
 ”بچہ اور پلا“ جانوروں میں مشترک ہیں۔
 بلبیل کی تذکیر و تانیث میں اختلاف ہے بعض اسے مذکر قرار دیتے ہیں بعض مٹوٹ

بے جان کی تذکیر و تانیث

دُنیا میں بعض زبانیں اس لحاظ سے بہت خوش قسمت ہیں کہ ان میں تذکیر و تانیث
 کا سرے سے جھگڑا ہی نہیں، لیکن اردو اس معاملہ میں بڑی بد نصیب ہے۔ اس میں نہ صرف
 جانداروں کی تذکیر و تانیث کے امتیاز کی شکلات ہیں، بلکہ بے جان اشیاء کے خیالات کے
 ساتھ بھی امتیاز کا طرہ نگار کھڑا ہے اور محض اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا، بلکہ بعض بجان
 چیزوں کو مذکر قرار دے کر ان کے مقابلہ میں مٹوٹ بھی تجویز کئے گئے ہیں مثلاً پھول کے
 کالی۔ دوپٹے کے لئے اور بھنی کوٹ کے لئے واسکاٹ۔ ہتھوڑے کے ہتھوڑی۔ لوکرے
 کے لئے لوکرے۔ کنگھے کے لئے کنگھی۔ پیالے کے لئے پیالی۔ صندوقے کے لئے صندوقی۔
 بچے کے لئے بچہ۔ خیلے کے لئے خیلاری۔

بعض الفاظ کی تذکیر و تانیث

۱۔ اردو میں تذکیر کی علامت بالعموم الف یا ہ ہے جیسے سونا۔ لوط۔ چنل پودا
 لوریا۔ مکہ۔ بندہ۔ نشانہ۔ پروانہ (تحریر) لیکن بعض الفاظ جن کے آخر میں الف ہے۔
 مٹوٹ شمار کئے جاتے ہیں مثلاً گھٹا۔ چالیا۔ گنگھا۔ کھٹلیا وغیرہ۔
 ۲۔ اگر لفظ کے آخر میں سی ہو تو وہ عام طور پر مٹوٹ ہوتا ہے مثلاً نیکی۔ بدی۔

چھری۔ چٹری۔ سوئی۔ لیکن گھی۔ پانی۔ موتی۔ جی۔ مہی۔ وغیرہ مذکر ہیں۔
 نوٹ :- وہی کے متعلق اختلاف ہے بعض لوگ اسے مذکر مانتے ہیں۔ اور بعض مؤنث لیکن
 ترجیح تذکیر ہی کہئے۔

۳۔ چند خاص اسموں کے لئے کچھ قواعد سے درج ذیل ہیں :-

(۱) حروف تہجی میں یہ اکیس مذکر مانے جاتے ہیں۔

(۱) ح۔ ح۔ ح۔ دھ۔ ڈھ۔ س۔ ش۔ ص۔ ض۔ ع۔ غ۔ ق۔ ک۔ گ۔ ل۔ لھ۔
 م۔ مھ۔ ن۔ نھ۔ و۔ و۔ باقی سب مؤنث۔

(۲) زبانوں کے نام عموماً مؤنث ہوتے ہیں مثلاً لابی۔ فارسی۔ اردو۔ انگریزی
 سنسکرت وغیرہ۔

(۳) ستاروں اور سیاروں کے نام مذکر ہوتے ہیں مثلاً مریخ۔ زہرہ۔ زحل
 مشتری۔ عطارد۔ وغیرہ۔ لیکن زمین مؤنث ہے۔

(۴) مازوں کے نام (فجر۔ ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشا) مؤنث مانے جاتے ہیں۔

(۵) دنوں کے نام مذکر قرار دئے گئے ہیں۔ البتہ جمعرات مؤنث ہے۔

نوٹ :- (۱) جہل اسم صفت کے آخر میں الف ہو۔ اس کی تائید کے لئے الف کو ہی
 میں بدل دیتے ہیں جیسے اچھا سے اچھی۔ بُرا سے بُری

(ب) بعض الفاظ دونوں طرح استعمال کئے جاتے ہیں جیسے طرز اور فکر۔

(ج) کبھی ایک ہی لفظ مختلف معنی دیتا ہے تو ایک معنی کے لحاظ سے مذکر ہوتا

ہے اور دوسرے معنی کے لحاظ سے مؤنث مثلاً لب بھنی "ہونٹ" مذکر ہے اور بھنی
 "مونچہ" مؤنث ہے

لبیں بڑھ رہی ہوں نہ ڈارھی چڑھی ہو ازراہی حد سے نہ آگے بڑھی ہو

۴۔ واؤ کو بعض لوگ مؤنث مانتے ہیں۔

یامثلہ سان معنی مخصوص "مذکر اور بعضی معدود" دو صائیں وغیرہ لکھنے کی جگہ مونث۔
 دو، بعض لفظ مذکر اور مونث دونوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں مثلاً شہری۔ راکھا
 اور تھاری جیسے راکھا مرد۔ راکھا عورت۔ بھاری پتھر گرا۔ بھاری اینٹ گری۔ شہری کتاب
 لاؤ۔ شہری درقی لو۔

۴۔ ایسے انگریزی الفاظ کی جن جن کے مترادف بھی اردو میں مستعمل ہیں ایسے
 مترادف کے مطابق ہوگی۔ مثلاً گورنٹ (دستار یا حکومت) کلاس (جماعت) انٹل۔ مشین۔
 چینی مونث ہیں اور سہیٹ۔ کوٹ۔ بلوٹ۔ لیمپ۔ پوسٹ کارڈ مذکر۔

نوٹ :- اسپل۔ ایلین اور کمیشن مختلف فیہ ہیں لیکن ترجیح تذکرہ کو ہے۔
 ۵۔ عموماً فارسی کے وہ الفاظ جو ش پر ختم ہوتے ہیں۔ اردو میں مونث قرار دیے
 جاتے ہیں مثلاً آسائش۔ آرائش۔ بارش۔ گزارش۔ سفارش۔ آمیزش۔ کوشش۔ بخشش
 کشمکش وغیرہ لیکن خوش۔ خروش۔ ہوش۔ سرپوش وغیرہ مذکر ہیں۔

۶۔ بعض آلات حرب کے فارسی نام اردو میں بطور مونث استعمال کئے
 جاتے ہیں مثلاً تیغ۔ شمشیر۔ کان۔ کمند۔ سپر۔ وغیرہ۔

۷۔ بعض عربی الفاظ کے آخر میں تھاتی ہوئی ہے جو اردو میں لای کی شکل
 اختیار کر لیتی ہے۔ اس قسم کے الفاظ عموماً مذکر سمجھے جاتے ہیں مثلاً زبدہ۔ لسنہ۔ خلاصہ
 اندوہ۔ صغہ۔ وغیرہ۔ البتہ جن کے آخر میں تائید ہوتی ہے وہ مونث ہوتے
 ہیں مثلاً زوجہ۔ ملکہ۔ خادمہ۔ حبیبہ۔ جمیلہ وغیرہ۔

۸۔ عربی سے آئے ہوئے بعض الفاظ جن کے آخر میں الف ہوتا ہے۔
 مذکر مانے جاتے ہیں مثلاً تقاضا۔ تماشا۔ مدعا۔ افترا۔ مداوا۔ وغیرہ۔ مگر تمنا۔ وفا۔
 قضا۔ حیا۔ عطا وغیرہ مونث ہیں۔

۹۔ فاعل کے وزن پر آنے والے الفاظ عموماً مذکر سمجھے جاتے ہیں مثلاً

حافظ۔ حادثہ۔ واقعہ۔ باصنہ وغیرہ۔
۱۰۔ عربی کے اسمائے آلہ میں بعض مذکر مانے جاتے ہیں اور بعض مؤنث مثلاً
دیکھیے :-

مذکر :- معیار۔ مقياس۔ مصداق۔ منبر۔ مصقل۔

مؤنث :- مقراض۔ مساو۔ میزان۔ محراب۔ مشعل۔

نویس :- مراح اور مضارب دونوں طرح مستعمل ہیں۔

۱۱۔ جن عربی مصدر وں کے آخر میں ت ہوتی ہے۔ انہیں عموماً مؤنث قرار
دیا جاتا ہے۔ مثلاً شہرت۔ قوت۔ عورت۔ دولت۔ حکمت وغیرہ۔

۱۲۔ تفصیل کے وزن پر آنے والے الفاظ بالعموم مؤنث سمجھے جاتے ہیں
مثلاً تقدیر۔ تدبیر۔ تحریر۔ تخریر۔ تاجیر۔ تقدیم۔ تنظیم۔ تقسیم۔ تعظیم۔ تہذیب۔
ترغیب۔ ترمیم۔ توفیق۔ توفیق۔ تحقیق۔ تدقیق۔ تحمیل۔ تکمیل۔ تحجیل وغیرہ مگر
تغویذ مذکر ہے۔

اب عربی کے کچھ ایسے مصدر دئے جاتے ہیں جن کے وزن پر اردو میں
آنے والے الفاظ کچھ مذکر مانے جاتے ہیں اور کچھ مؤنث۔

مذکر :- تقرر۔ تقرر۔ تقرر۔ تکلف۔ تصرف۔ تصوف۔ توکل۔ ترک۔
مؤنث :- توجہ۔ توجہ۔ تفرع۔ تنجید۔
۱۳۔ تفاعل :- مذکر :- تاقب۔ توارد۔ تجاہل۔ تقابل۔ تفاضل۔ تعارف۔ تلاطم۔
مؤنث :- تواضع۔

مذکر :- تجربہ۔ تذکرہ۔ تبصرہ۔ تصفیہ۔ تجزیہ۔

۱۴۔ تفعلة مؤنث :- تربیت۔ تخریت۔ تقویت۔ تہنیت۔

۱۵۔ افعال :- نذر۔ انباء۔ احسان۔ اتمام۔ الزام۔ انکار۔ اقرار۔ افلاس۔ اجلاس۔
مؤنث :- انشاء۔ ابتداء۔ اعطاء۔ انطواء۔ ایجاد۔

۱۷۔ افتعال مونث۔ التجا۔ احتیاط۔ احتیاج۔ ابتداء۔ افتداء۔
مذکر۔ انحصار۔ انکسار۔ اندمال۔ انخطا۔ انصراف۔

۱۸۔ انفعال مونث۔ انتہا۔ انجلا۔ انقضا۔ انخنا۔
مذکر۔ استئصال۔ انشکال۔ انضلال۔ انکبار۔ استغفار۔

۱۹۔ استفعلا مونث۔ استمداد۔ استغفار۔ استدعا۔ استعداد۔ استسقاء۔
مذکر۔ معاملہ۔ مباحثہ۔ شامروہ۔ مقابلہ۔ شاپروہ۔ مکالمہ۔ محاورہ۔

۲۰۔ مفاعلہ۔ مناقشہ۔ مناظرہ۔
مونث :- معاشرت۔ موافقت۔ مراسلت۔ مخالفت۔ مصالحت۔

نوٹ :- تذکرہ قرآنیت کا مفصل حال حضرت جلال لکھنوی کے رسالے "منہج الشرائع"
سے معلوم ہوگا۔

تعداد

(وحدت و جمعیت)

تعداد کے واسطے میں بھی بہت کچھ دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اول تو
واحد اور جمع کی شناخت کے لئے کوئی کلیہ قاعدہ نہیں۔ پھر واحد سے جمع بنانے کا
کوئی جامع اصول نہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ استعمال میں بہت اختلاف ہے تاہم
کچھ قاعدے بیان کئے جاتے ہیں۔

۱۔ دو میں شمار کی رو سے اسم دو صرح کا ہوتا ہے۔ اول واحد دوم جمع
ایک لفظ پر کو واحد کہتے ہیں اور ایک سے زیادہ چیزیں جمع کہلاتی ہیں عربی میں
دو کے لئے علیحدہ لفظ ہوتا ہے جسے تثنیہ کہتے ہیں لیکن اردو میں تثنیہ کا
رواج نہیں ابتداءً ہی کے تثنیہ الفاظ اردو میں مستعمل ہیں۔ مثلاً گو الہدین۔

بابین۔ طرفین۔ قطبین۔ فریقین وغیرہ۔

ہماری زبان میں جمع کی علامتیں زیادہ تربہ ہیں۔

(۱) یائے مجہول (۲) واؤ مجہول (۳) ون (۴) وں (۵) اں (۶) یں۔

(۷) ہیں۔

مذکورہ کی جمع (۱) اگر کسی اسم کے آخر میں علامت تذکیر یعنی الف یا مائے مخفی

ہو تو اس کو یائے مجہول سے بدل دیتے ہیں۔ مثلاً

واحد۔ لڑکا۔ پودا۔ گھوڑا۔ مرغ۔ اندا۔ قاعدہ۔ فائدہ۔ مراسلہ۔ تختہ۔ نقشہ

جمع۔ لڑکے۔ پودے۔ گھوڑے۔ مرغے۔ اندرے۔ قاعدے۔ فائدے

مراسلے۔ تختے۔ نقشے۔

مگر راجا۔ آبا۔ آشنا۔ مینا۔ دانا۔ شناسا۔ دریا۔ صحرا۔ ہما۔ دانا۔ اس

قاعدے سے مستثنیٰ ہیں۔

(۲) اگر آخر میں الف اور نون غنہ (اں) ہو تو الف کو یائے مجہول سے

بدل دیتے ہیں۔ مثلاً سماں سے سمیں۔ کنواں سے کنوئیں۔ رواں سے

روئیں۔ دھواں سے دھوئیں۔

نالہ اکرم میں اڑا دے گا دھواں چرخ کیا اور چرخ کی بنیاد کیا

لیکن اگر اس سے پہلے ہی ہو تو الف کو حذف کر کے ہی پر ایک ہمرے

کا اضافہ کر دیتے ہیں۔ مثلاً دایاں سے دائیں۔ بایاں سے بائیں۔

(۳) اگر مذکورہ بالا علامتوں میں سے کوئی نہ ہو تو واحد و جمع یکساں

رہیں گے۔ مثلاً۔

واحد۔ مرد آیا۔ باغ لگایا۔ پیڑ لگایا۔ گھر لٹا۔ پتھر پڑا۔

جمع۔ مرد آئے۔ باغ لگائے۔ پیڑ لگائے۔ گھر لٹے۔ پتھر پڑے۔

مویش کی جمع (۱) جس اسم کے آخر میں علامت تائید یعنی ی ہو۔ اس میں اں کا اضافہ کر دیتے ہیں۔ مثلاً

واحد۔ لڑکی۔ نیکی۔ گھوڑی۔ بھٹیاری۔ بکری۔

جمع۔ لڑکیاں۔ نیکیاں۔ گھوڑیاں۔ بھٹیاریاں۔ بکریاں۔

(۲) اگر اسم کے آخر میں حرف الف یا حرف واو ہو۔ تو میں کا اضافہ کرتے ہیں مثلاً

واحد۔ دوا۔ غذا۔ ہوا۔ گٹھا۔ خوشبو۔ جوڑو۔ بہو۔

جمع۔ دوائیں۔ غذائیں۔ ہوائیں۔ گٹھائیں۔ فصلائیں۔ خوشبوئیں۔ جوڑوئیں۔ بہوئیں

(۳) اگر اسم کے آخر میں یا ہو تو الف کے بعد نوں غنہ بڑھاتے ہیں مثلاً :-

واحد۔ چڑیا۔ گڑیا۔ پڑیا۔ چڑھیا۔ بڑھیا۔

جمع۔ چڑیاں۔ گڑیاں۔ پڑیاں۔ چڑھیاں۔ بڑھیاں۔

(۴) جن اسموں کے آخر میں ال یا ول آتا ہے۔ ان میں نوں غنہ سے پہلے

تے کا اضافہ کیا جاتا ہے مثلاً ماں سے مائیں۔ جوں سے جوئیں۔ کوں سے کوئیں

مگر بھوں کی جمع بھویں آتی ہیں۔

(۵) اگر مندرجہ بالا علامتوں میں سے کوئی نہ ہو تو صرف میں بڑھاتے ہیں مثلاً

واحد۔ بتلواریہ۔ تصویر۔ زمانہ۔ زبان۔ جان

جمع۔ بتلواریں۔ تصویریں۔ نمازیں۔ زبانیں۔ جانیں۔

واحد۔ رات۔ بات۔ چھت۔ بکاجرو۔ کیلیں۔

جمع۔ راتیں۔ باتیں۔ چھتیں۔ بکاجروں۔ کیلیں۔

حروف عاملہ کے ساتھ جمع بنانے کے قاعدے

(۱) کسی اسم کے بعد کوئی حرف عامل آجائے۔ تو بلا لحاظ (مذکر و مؤنث) اول کا

لے اس لفظ کی صحیح شکل یہی ہے لیکن نوں یعنی نوں غنہ (بھی کہتے ہیں)۔

اضافہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً مردوں نے۔ لڑکیوں سے۔ کتابوں سے۔ گھر والوں تک۔ دھڑوں کو اور (۲) اگر اسم کے آخر میں الٹ یا ہ ہو تو بالعموم اسے حذف کر کے وں لگاتے ہیں۔ مثلاً لڑکوں نے۔ بچوں کو۔ تختوں پر۔ مدرسوں تک۔ گھنٹوں سے۔ چڑواں کا لیکن (۳) بعض اسم ایسے ہیں کہ ان کے آخر سے الٹ کو حذف نہیں کرتے اور بجائے وں کے ڈوں بڑھاتے ہیں۔ مثلاً راجاؤں نے۔ اداؤں سے۔ جٹاؤں نے دغاؤں میں۔ دعاؤں کی۔

نوٹ۔ ندا کی حالت میں جمع کا فون عتہ حذف کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً عورتوں پر دو بچہ۔ دلیرو۔ غازیو۔ دوستو۔ دعاؤ۔ صاحبو۔ راجاؤ۔

حروف عاملہ کا اثر واحد الفاظ پر

حروف عاملہ کے آنے سے واحد الفاظ بالعموم اپنی اصل شکل پر قائم رہتے ہیں مگر مندرجہ ذیل صورتوں میں ان کی شکل جمع کی بھی ہو جاتی ہے۔

(۱) اگر اسم کے آخر میں الٹ یا ہ ہو تو حروف عاملہ کی صورت میں اسے یا ئے مجہول سے بدل دیتے ہیں مثلاً لڑکے نے پرے میں جمع کو۔ قلعے تک جلوے سے ہر چند کہ تھا وہ دیو لڑکا

نوٹ۔ راجا۔ گھٹا۔ چٹا وغیرہ۔ دادا۔ نانا۔ چچا۔ تایا۔ پھوپھا اور دیگر رشتے کے الفاظ نیز عربی کے وہ الفاظ جن کے آخر میں الٹ ہے۔ عام طور پر حروف عاملہ کی وجہ سے نہیں بدلتے۔

(۲) اگر کسی لفظ کے آخر میں ال ہو تو وہ یں سے بدل جاتا ہے مثلاً روئیں پر دھوئیں سے۔ کنوئیں تک۔ دسوئیں کا۔ پانچویں کو۔

(۳) اگر کسی اسم کے آخر میں ابہ ہو تو یہ کوئے میں بدل دیتے ہیں۔ مثلاً ہمسائے نے لے دیں اور پانچویں میں یا ئے مجہول ہے یا ئے نمود کی صورت میں یہ لفظ صفتِ عددی مرثب ہونگے۔

کرائے کا۔ سرمائے سے۔ سائے کا۔
میں مٹ گیا تو ساتھ میرے یہ بھی مٹ گیا

سائے سے خوب حقِ رفاقت ادا ہوا

(۴) بعض الفاظ جو دو معنوں میں مستعمل ہیں۔ ایک معنی میں حروفِ عاملہ کی وجہ سے ان کی شکل بدل جاتی ہے۔ لیکن دوسرے معنی میں نہیں بدلتی۔ جیسے سودا

(۱) دجنوں نے آج کل زور کر رکھا ہے

(ب) اس سوے (تجارت) میں اُسے خوب فائدہ ہوا۔

(۵) بعض الفاظ جن کے آخر میں عین ماقبل مفتوح ہوتا ہے حروفِ عاملہ کے ساتھ آکر صرف اپنا تلفظ بدل لیتے ہیں مثلاً جمع۔ موقع۔ مصرع۔ مطبع۔ مطح۔ مقطع یوں پڑھے جائیں گے۔

جمع میں موقع پر مصرع سے۔ مطبع نے۔ مطح کو۔

مقطع میں آپڑی ہے سخن گسترانہ بات مقصود اس سے قطعِ محبت نہیں مجھے
لیکن بعض لوگ ایسے لفظوں کے آگے بھی یاٹے مچھول بڑھا دیتے ہیں
یہ صحیح نہیں۔

نوٹ :- واحد مونث کی صورت حروفِ عاملہ کے ساتھ جوں کی توں قائم رہتی ہے

جمع کی دوسری صورتیں

(۱) اردو کے بعض الفاظ کی جمع فارسی کے طریق پر بنتی بنا لیتے ہیں مثلاً کروڑ سے کروڑیا

(۲) عربی میں جمع کے لئے کئی وزن آتے ہیں ان میں سے بعض اردو میں بھی مستعمل

ہیں مثلاً :-

واحد جمع	واحد جمع	واحد جمع	واحد جمع
عکام	عیب۔ عیوب	شاعر۔ شاعرانہ	سخن۔ اسخیا
معاملہ معاملات			

واحد۔ جمع	واحد۔ جمع	واحد۔ جمع	واحد۔ جمع	واحد۔ جمع
عمل۔ اعمال	نفس۔ نفس	فاضل۔ فضلا	ولی۔ اولیاء	مطالعہ۔ مطالعات
شغل۔ اشغال	ظرف۔ ظرف	جہل۔ جہلا	نبی۔ انبیاء	مشاہدہ۔ مشاہدات
شکل۔ اشکال	رقم۔ رقم	امیر۔ امرا	غنی۔ اغنیاء	مکالمہ۔ مکالمات
فعل۔ افعال	علم۔ علوم	فقر۔ فقراء	شقی۔ اشقیاء	معاہدہ۔ معاہدات

نوٹ (۱) دبیر ابواب کے لئے کسی مستند عربی گرامر کی طرف رجوع کیا جائے۔
 (۲) ہندو کی جمع عربی قاعدے سے ہندو ہے لیکن بعض لوگ غلطی سے اس کے ساتھ لفظ اہل ملا کر اہل ہندو کہتے ہیں یہ صحیح نہیں۔

جمع الجمع۔ کبھی جمع کو قرار دیجہ پھر اس کی جمع بناتے ہیں اس کو جمع الجمع کہا جاتا ہے مثلاً

واحد	جمع	جمع الجمع
وجہ	وجوہ	وجوہات
فتح	فتوح	فتوحات
رسم	رسوم	رسومات
اہل	اہالی	اہالیان
رکن	ارکان	اراکین
عامل	عملہ	غملے

لیکن سوائے عملہ کے جو اصطلاحاً واحد سمجھا جاتا ہے۔ باقی الفاظ کی جمع الجمع استعمال کرنا صحیح نہیں۔

اسم جمع۔ بعض الفاظ ایسے ہیں کہ لفظاً واحد ہیں اور معنی جمع یعنی ان میں جمع کی کوئی علامت نہیں لیکن جمع کے معنی دیتے ہیں۔ ایسے الفاظ اسم جمع کہلاتے ہیں اسم جمع کی دو صورتیں ہیں۔ اول تعین۔ دوم غیر تعین۔

معین اسم جمع - جوڑا - درجن - کوڑی - ہفتہ - عشرہ وغیرہ - ان کی جمع بھی آتی ہے یعنی

جوڑے - درجنیں - کوڑیاں - ہفتے - عشرے -

غیر معین اسم جمع - لوگ - فوج - لشکر - گردہ - تافلہ وغیرہ

نوٹ :- اسم جمع معین ہو یا غیر معین حروف عاملہ سے متاثر ہو جاتا ہے۔

واحد اور جمع کا استعمال

(۱) بعض الفاظ اگرچہ واحد ہیں مگر محاورے میں جمع کے طور پر آنے ہیں مثلاً

محبہ دامن - کرم - نصیب - کر تو ت - لچھن - کو تک - درشن - اوسان - دستخط -

(۲) کبھی جمع کو واحد قرار دیا جاتا ہے مثلاً اشرف - اصول - اخبار - اولاد

احوال سے

فقیر اور جاہل ضعیف اور توانا آسف کے قابل ہے احوال سب کا

(۳) قیمت - وقت - سمت - ناپ اور تول کے الفاظ کے بعد اگر کوئی حرف

عامل آئے تو جمع کے موقع پر بھی واحد ہی استعمال کرتے ہیں مثلاً سو روپے میں
تین سال تک - چاروں طرف سے - چھ گز میں - دس سیر کا -

(۴) بعض الفاظ کی صورت جمع کی ہے لیکن ان کا واحد کبھی استعمال

میں نہیں آتا مثلاً مسین (ابھی تک اس کی مسیں بھیگ رہی تھیں)

(۵) بعض الفاظ واحد اور جمع دونوں طرح مستقل ہیں مثلاً اس کا ختنہ

ہو گیا - اُس کے ختنے ہو گئے یا بیچنا اچھا ہے - بیچنے اچھے ہیں یا یہ گیہوں اچھا

نہیں ہے - یہ گیہوں اچھے نہیں ہیں -

(۶) وہ حرفی الفاظ جن کے پہلے دو حرف متحرک ہوں اور تیسرا ساکن

جمع میں ان کا دوسرا حرف ساکن ہو جاتا ہے۔ مثلاً عمل سے عملوں - خطر سے خطروں

قدم سے قدموں - نظر سے نظریں - خبر سے خبریں - نزل سے نزلیں -

۱) بعض عربی الفاظ بحالت واحد مؤنث ہوتے ہیں۔ اور بحالت جمع مذکر مثلاً حقیقت مؤنث ہے۔ لیکن اس کی جمع یعنی "حقائق" مذکر ہے۔
 خدائی کے اسرار مکتوم رستے حقائق یہ سب غیر معلوم رہتے
 اسی طرح دلائل (واحد دلیل) منازل (واحد منزل) شرائط (واحد شرط) معارف (واحد معرفت) مناقب (واحد مناقبت)

لیکن بعض اس کے برعکس بھی ہیں یعنی واحد ہونے کی صورت میں مذکر ہوتے ہیں۔ اور جمع ہو کر مؤنث مثلاً سانحہ" مذکر ہے لیکن اس کی جمع یعنی سوانح" کو مؤنث استعمال کرتے ہیں جیسے" اس کی سوانح عمری پڑھنے کے لائق ہے"۔

اہم مصدر

مصدر کی ایک تعریف پہلے بیان ہو چکی ہے دوسری تعریف یوں ہے :-
 "مصدر وہ آہم ہے جس میں ہونا یا کرنا یا سہنا بلا لحاظ زمانہ پایا جائے۔ یہ تعریف زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جتنے کام میں سب میں یا تو ہونا پایا جاتا ہے مثلاً اُٹھنا۔ بیٹھنا یا کرنا مثلاً کھانا۔ پینا یا سہنا مثلاً پینا۔ کھانا۔
 نوٹ :- مصدر کم سے کم سر حرئی ہوتا ہے۔

(۲) مصدر کی علامت "نا" ہے۔ مگر ایسے الفاظ جن کے آخر میں "نا" تو ہے۔ لیکن وہ کسی کام یا حرکت کو ظاہر نہیں کرتے۔ مصدر نہیں کہلا سکتے مثلاً تانا بانا۔ نانا۔ پُرانا۔ گھرانا۔ سونا۔ (دھات) سونا (دیران) چرنا۔ نھا۔ گنا وغیرہ۔
 (۳) مصدر کا "نا" دُور کرنے کے بعد جو کچھ باقی رہ جاتا ہے اسے مادہ مصدر کہتے ہیں۔

بناوٹ کے لحاظ سے مصدر کی قسمیں

مصدر اصلی اور مصدر جعلی

باعتبار وضع (بناوٹ) مصدر کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو خاص معنی مصدر کی کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ مثلاً لینا۔ دینا۔ دوڑنا۔ بھاگنا۔ کرنا وغیرہ۔ ایسا مصدر اصلی کہلاتا ہے۔ دوسرے وہ جو عربی فارسی یا انگریزی وغیرہ کے الفاظ پر مصدر یا علامت مصدر پر بڑھا کر بنایا جاتا ہے مثلاً شروع کرنا۔ تشریف لانا۔ روشن کرنا۔ خوش ہونا۔ آزمائش کرنا۔ ایکٹ کرنا۔ لیکچر دینا۔ بدلنا۔ قبولنا۔ بھٹنا۔ اس جنگ زدگی سے بے خبر فارم بھی ہیں اس سیم تن سے تُو نہ عیشائے قیامت بحث ایسے مصدر کو جعلی کہتے ہیں اگر جعلی مصدر دو یا زیادہ لفظوں سے مل کر بنا ہو تو وہ مرکب کہلاتا ہے۔

جعلی مصدر بنانے کے چند قواعد

۱۔ کبھی اُردو یا فارسی لفظ میں کسی قدر تغیر و تبدل یا کوئی حرف زیادہ کر کے آخر میں مصدر کا نشان لگا دیتے ہیں۔ مثلاً ٹھوکر سے ٹھکرانا۔ اُجلا سے اُجلوانا۔ لالچ سے لالچانا۔ مٹکا سے مٹکانا۔ جوتا سے جوتانا۔ شرم سے شرمنا۔ کہن سے کہنانا۔ ساٹھ سے سٹھانا۔ کفن سے کفنانا۔ دفن سے دفنانا۔ پتھر سے پتھرانا۔ چکر سے چکرانا۔ اب ان میں سے آخری چار کا استحصال دیکھیے۔ ذوق سے چاک آجاتا ہے نظر پیرا ہن صبح بہار کس شہیدِ ناز کو دیکھتا ہے کفنا تے ہٹے مقتول سے وہ نہ اُٹھتا یوں ہی ہوئی مری مٹی خراب سماد ہو! تم کیوں مرے لاشے کو دفناتے نہیں؟

ذوق سے پتھرا دیا جلو سے ترے چشمِ حرم کو
چکرادیا غم نے ترے طوافِ حرم کو
لے جب آدمی بڑھا ہوا جاتا ہے اور جو اس بجا نہیں رہتے تو کہتے ہیں سٹھایا گیا ہے۔

(۲) کبھی فارسی سے اردو مصدر بناتے اور اس سے فعل مشتق کرنے میں مثلاً
آزمودن سے آزمانا۔ فرمودن سے فرمانا۔ بخشیدن سے بخشنا۔ لرزیدن سے لرزنا۔

نوازیدن سے نوازنا۔ غالب

لرزنا ہے مراد دل رحمتِ ہر درخشاں پر یس ہوں وہ قطرہ شبنم کہ ہو خاریاں پر
حالی :- نوازا بہت پے نواؤں کو تو نے تو نگر بنایا گداؤں کو تو نے

(۳) کبھی اس طرح مصدر بنایا جاتا ہے کہ فارسی کے دو جزو وی مصدر کے
جزوِ اول کو قائم رکھ کر جزوِ ثانی کا ترجمہ کر دیتے ہیں۔ مثلاً برآمدن سے برآنا
فارسی کا ایک شعر ہے۔

اُمید بستانم برآمد لے چن فائدہ راں کہ اُمید نیت کہ عمر گزشتہ باز آید

اردو میں ایک شاعر نے کہا ہے

وہ بھی ہو گا کوئی اُمید برآئی جس کی اپنے مطلب تو نہ اس جرخ کہن کے نکلے
نویس :- (۱) مصدر مرکب اس وقت تک مرکب نہیں سمجھا جائیگا جب تک
اس میں کوئی جدید اور لطیف مفہوم پیدا نہ ہو۔

(۲) محاورے میں کبھی دو دو مصدر ایک ساتھ بھی استعمال کیے جاتے
ہیں۔ خواہ اُن کے معنی باہم ملتے ہوں یا بالکل مختلف مثلاً چلنا پھرنا۔ دیکھنا
بھالنا۔ رونا دھونا۔ اُٹھنا بیٹھنا۔ سینا پرونا۔ ایسے مصدروں میں پہلا
مقبوع اور دوسرا تابع۔

معنی کے لحاظ سے مصدر کی قسمیں

لازم اور متعدی

کام کرنے والا یا جس سے فعل صادر ہو۔ فاعل کہلاتا ہے جس شخص یا چیز پر

فعل کا اثر پڑے اُسے مفعول کہتے ہیں۔ مثلاً ”زید کتاب پڑھتا ہے“۔ اس جملے میں ”زید“ فاعل ہے اور کتاب ”مفعول“۔

ایسے فعل جنہیں صرف فاعل کی ضرورت ہو۔ لازم کہلاتے ہیں مثلاً گیا۔
لیٹتے ہیں۔ اُچھلے گی۔ دوڑا تھا۔ کُڑا ہے۔

جن فعلوں کو فاعل کے علاوہ مفعول کی بھی ضرورت ہو۔ انہیں متعدی کہتے ہیں مثلاً پڑھا لکھتے ہیں۔ کھائے گی۔ پیا تھا۔ کھا یا ہے۔

وہ مصدر جن سے لازم فعل نکلتے ہیں۔ انہیں لازم مصدر کہتے ہیں اور جن سے متعدی فعل بنتے ہیں۔ وہ متعدی مصدر کہلاتے ہیں۔
مُتَعَدِّی مَصْدَر کی قسمیں

اُردو میں متعدی مصدر چار طرح کا ہوتا ہے۔ اول وہ جو اصل میں متعدی ہی وضع کیا گیا ہو۔ مثلاً چکھنا۔ سنا۔ ٹھونکا۔ مارنا۔ ڈالنا۔ ایسے مصدر کو متعدی بنفسبہ کہتے ہیں۔ دوسرے وہ جو لازم سے متعدی بنا لیا گیا ہو مثلاً چلنا سے چلانا۔ ڈرنا سے ڈرانا۔ رونا سے رُلانا۔ ہلنا سے ہلانا۔ چلنا سے چلانا۔ ایسا مصدر متعدی بلا واسطہ کہلاتا ہے۔ تیسرے وہ جو پہلے سے متعدی ہو لیکن وہ ایک سے زیادہ مفعول چاہنے لگے مثلاً کھانا سے کھلانا۔ پہلی حالت میں مصدر کو صرف ایک مفعول کی ضرورت ہوگی۔ ایسے مصدر کو متعدی المتعدی کہتے ہیں۔

چوتھے وہ جو متعدی ہو یا متعدی المتعدی لیکن اسے کسی اور کے واسطے کئی ضرورت ہو مثلاً اٹھوانا۔ کرانا۔ کھانا۔ دلانا۔ دوانا۔ سلوانا۔ سلوانا۔ پکڑوانا۔ ایسا مصدر متعدی بالواسطہ کہلاتا ہے۔

لازم مصدر سے متعدی بنانے کے طریقے۔ مصدر لازم سے متعدی

بنانے کے لئے کوئی خاص قاعدہ نہیں ماسم دیل کے قاعدے اس معاملے میں کچھ رہنمائی کر سکتے ہیں۔

(۱) کبھی علامتِ مصدر سے پہلے الف زیادہ کرتے ہیں مثلاً بڑھنا سے بڑھانا۔ چلنا سے چلانا۔ ہنسا سے ہنسانا۔ بسنا سے بسانا۔ ہلنا سے ہلانا۔ (۲) کبھی دوسرے حروف کے بعد الف زیادہ کیا جاتا ہے مثلاً اُچھلنا سے اُچھالنا۔ اُکھڑنا سے اُکھاڑنا۔ اُبھرنا سے اُبھارنا۔ اُبلنا سے اُبالنا۔ اُزنا سے اُتارنا۔

(۳) کبھی حرفِ اول کی حرکت کے مطابق حرفِ علت بڑھاتے ہیں۔ یعنی پہلا حرف (۱) مضموماً ہوتا ہے زیادہ کرتے ہیں مثلاً رُکنا سے روکنا۔ کُٹنا سے کھولنا۔ (ب) مکسور ہونے والے مجہول یا معروف مثلاً پھرنے سے پھیرنا۔ چرنے سے

چیرنا اور

(ج) مغنوح ہونے والے مثلاً مرنا سے مارنا۔ پلنا سے پالنا۔

(۴) کبھی ایک مصدر کو دو طرح متعدی بناتے ہیں مثلاً دینا سے داہنا۔ اور دانا۔ پھٹنا سے پھوڑنا اور پھاڑنا۔

(۵) کبھی ایک مصدر کے دو معنی ہوں تو اختلافِ معنی کے سبب مختلف طور پر متعدی بناتے ہیں مثلاً گھلنا سے گھولنا (حل کرنا) اور گھلانا (رفقہ رفقہ سے حل کرنا) گھول کر شہد میں دشمن مجھے ستم دیتے ہیں۔

گھلاتے ہیں محنت میں جسم اور جان کو گھساتے ہیں کوشش میں تاب و توان کو گھلاتے ہیں محنت میں جسم اور جان کو (۶) کبھی دوسرے حروف کے بعد یا ء مجہول زیادہ کرتے ہیں مثلاً سمٹنا سے سمیٹنا۔ بکھرنے سے بکھیرنا۔

(۷) کبھی دوسرے حروف کے بعد یا ء معروف بڑھاتے ہیں مثلاً گھسٹنا سے گھسیٹنا۔

(۸) کبھی دوسرے حرف کو واؤ مچھول سے بدل دیتے ہیں مثلاً دھلنا سے دھولنا۔
 (۹) کبھی علامتِ مصدر سے پہلے واؤ مچھول زیادہ کرتے ہیں مثلاً چھٹنا سے چھوٹنا۔
 (۱۰) بعض مصدر لازم کچھ ہیں اذ متعدي کچھ مثلاً رینا لازم اور رکھنا متعدي
 پڑنا لازم اور ڈالنا متعدي۔ ٹوٹنا لازم اور توڑنا متعدي۔

(۱۱) اگر مصدر چار حرفی ہو اور دوسرا حرف حرفِ علت تو اس کی جگہ لا بڑھاتے
 ہیں مثلاً رونا سے رُلانا۔ سونا سے سُلانا۔

(۱۲) اگر مصدر پنج حرفی ہو اور دوسرا حرف حرفِ علت تو اس کو گرا کر
 علامتِ مصدر سے پہلے اَلَف زیادہ کرتے ہیں مثلاً تیرنا سے ترانا۔ بھاگنا سے بھگانا۔
 (۱۳) بعض مصدر وں میں سے حرفِ علت کو گرا کر علامتِ مصدر سے پہلے
 اَلَف بالاکا اضافہ کرتے ہیں مثلاً بیٹھنا سے بٹھکانا یا بٹھلانا مگر دوسری شکل
 زیادہ تر نظم میں آتی ہے۔

نوٹ: قواعد ۱۱-۱۲-۱۳ متعدي سے متعدي المتعدي بنانے کے کام بھی آتے ہیں
 مثلاً (۱۱) کھانا سے کھلانا۔ پینا سے پلانا (۱۲) چاٹنا سے چٹانا۔ چھوڑنا سے چھوڑنا
 (۱۳) دیکھنا سے دکھانا یا دکھلانا۔ سیکھنا سے سکھانا یا سکھلانا۔

(۱۴) کبھی لازم مصدر سے پہلے لفظ "لے" بڑھا کر متعدي کے معنی پیدا کئے
 جاتے ہیں مثلاً بھاگنا سے لے بھاگنا۔ ڈوبنا سے لے ڈوبنا۔

یہم تو ڈوبے ہیں لے تم کو بھی لے ڈوبیں گے
 مصدرِ متعدي سے متعدي بالواسطہ بنانے کے طریقے
 (۱) علامتِ مصدر سے پہلے اَلَف زیادہ کیا جاتا ہے مثلاً کرنا سے کرانا
 لکھنا سے لکھانا۔

(۲) ایسے مصدر وں میں جن کا دوسرا تیسرا یا چوتھا حرفِ علت ہو۔

اسے حذف کر کے علامتِ مصدر سے پہلے واؤ اور الف (وا) کا اضافہ کرتے ہیں مثلاً (رو) چھاپنا سے چھپوانا۔ کھولنا سے کھلوانا۔ پٹینا سے پٹوانا۔ پسوانا۔ بھیجنے سے بھیجوانا لیکن پھینا سے بھوانا آتا ہے۔ (ب) اٹھانا سے اٹھوانا بچھاننا سے بچھوانا۔ گمانا سے گھوانا۔ بچھڑانا سے بچھڑوانا۔ دھکیلنا سے دھکیلوانا۔ (ج) پہچاننا سے پہچنوانا۔ اٹکانا سے اٹکوانا۔

نوٹ :- (۱) چونکہ اس علامتِ مصدر سے پہلے وا اصلی ہے۔ اضافہ کا نہیں ہے۔ ہو رہے تھے دو زمانِ علم و دولت جاں بلب تو نے اک اک کے چرایا خلق میں اب بقا (۲) یہ بھی واضح رہنا چاہیے کہ لازمِ مصدر سے متعدی اور ہر متعدی سے متعدی المتعدی یا متعدی بالواسطہ نہیں آتا مثلاً آنا۔ جانا۔ پانا۔ لینا۔ فرمانا۔ گھبرانہ۔ لڑکھڑانا۔ بلبلانا۔ تلملانا۔ روتھنا اور کئی دیگر مصدر ایسے ہیں جو کبھی اپنی شکل نہیں بدلتے۔

اجزائی کمی بیشی اور خواص کے لحاظ سے مصدر کی قسمیں
مصدر مجرد اور مصدر مزید فیہ

مجرد وہ مصدر ہے کہ اگر اس میں کچھ کمی ہو جائے تو وہ مصدر نہ رہے مثلاً آنا۔ جانا۔ کھنا۔ پڑھنا۔ ہونا۔

مزید فیہ وہ مصدر ہے جو مجرد مصدر پر کچھ حروف کا اضافہ کر کے بنایا جاتا ہے۔ مثلاً ہونا سے ہو چکنا۔ ہولینا۔ ہو جانا۔ ہوتا رہنا۔ ہونا کرنا وغیرہ۔ دونوں قسم کے مصدروں سے جو فعل بنتے ہیں ان کا استعمال جدا جدا ہے مثلاً میں ہجر میں مرنے کے قریں ہو ہی چکا تھا۔ تم وقت پہ آئے تھے نہیں ہو ہی چکا تھا۔ یہاں اگر شاعر ہو ہی چکا تھا۔ کی جگہ ہو ا تھا۔ کہتا تو قریبِ کامِ مصلحت ہو جاتی۔ کیونکہ یہی فعل پورے شعر کی جان ہے۔

مصدر مزید کی شکلیں

مصادر مزید فیہ اور ان کے افعال اس عجیب حال ہے کبھی ایک ٹکڑا لازم ہوتا ہے اور دوسرا متعدی اور کبھی اس کے برعکس۔ ان کی مختلف صورتیں درج ذیل ہیں۔
 (۱) بعض مزید فیہ مصدر ایسے دو مجرر مصدر سے بنتے ہیں جن میں پہلا لازم ہوتا ہے اور دوسرا متعدی مثلاً اُٹھنے دینا۔ بیٹھنے دینا۔ آنے دینا۔ جانے دینا۔
 سونے دینا۔

رات بھر کس دل بے تاب نے باتیں مجھ سے رنج و محنت کے گرفتارے سونے نہ دیا
 (۲) بعض ایسے دو اجزا سے بنتے ہیں کہ پہلا متعدی ہوتا ہے۔ دوسرا لازم مثلاً پڑھنا پڑا۔ لکھنا پڑا۔ لینا پڑا ہے۔ دینا پڑے گا۔ دھنا پڑے گا۔
 رہا دوستی پر نہ تکیہ کسی کو بس اب دل سے شکوؤں کی دھنا پڑیگا
 (۳) کبھی دونوں اجزا لازم ہوتے ہیں مثلاً مرجانا۔ جل اُٹھنا۔ گزر جانا۔ کہتے ہیں آج ذوق جہاں سے گزر گیا کیا خوب آدمی تقاضا منفرت کرے
 (۴) کبھی دونوں متعدی ہوتے ہیں مثلاً کرنے دینا۔ لانے دینا۔
 (۵) بعض میں دو متضاد اجزا جمع ہو جاتے ہیں مثلاً اُٹھ بیٹھا۔ آ جانا۔
 (۶) بعض میں تکرار ہوتی ہے مثلاً لے لینا۔ دے دینا۔

اسم مشتق

اس سے پہلے بتایا جا چکا ہے کہ اسم مشتق کسی اور کلمے سے نکلتا ہے خصوصاً اس کا سرچشمہ مصدر ہوتا ہے۔ البتہ بعض اسمائے مشتق دوسرے کلموں سے بھی نکلتے ہیں۔ اس کی پانچ قسمیں ہوتی ہیں۔
 (۱) اسم فاعل (۲) اسم مفعول (۳) اسم کیفیت (۴) اسم معاوضہ (۵) اسم حالیہ۔

بنانے کا قاعدہ - اردو میں اسم فاعل علامت مصدر کے الف کو یا اے مہجول بدل کر والا طرح ملنے سے بنتا ہے مثلاً جانے سے جانے والا - بچنا سے بچنے والا - لکھنا سے لکھنے والا - اچھانا سے اچھانے والا - دوڑنا سے دوڑنے والا -

فیوض - جمع نکر کے لئے والا کا الفت یا تے مجھول سے اور واحد مونث کے لئے یا تے
معروف سے بدل دیتے ہیں مثلاً جانے والا - جانے والی - بیچنے والے بیچنے والی
جمع مونث کے لئے واحد مونث پر اس کا اضافہ کرتے ہیں مثلاً جانے والیاں بیچنے والیاں

عربی کے کئی اسم فاعل اُردو میں مستعمل ہیں ان میں سے اکثر لفظ فاعل کے وزن پر آتے ہیں۔ پس عربی کا جو لفظ فاعل کے وزن پر آئے اُسے عام طور پر اسم فاعل ہی سمجھنا چاہیئے مگر جو کچھ عربی میں مصدر کی طرح کے ہیں۔ اس لئے ان کے اسم فاعل بھی کئی طرح آتے ہیں دہل میں جیسے مشہور اوزدان دیئے جاتے ہیں :-

۱۔ فاعل: نائب۔ طالب۔ غائب۔ غائب بحائب۔ وارث۔ زراعت۔ شہاد۔

عابد وارد۔ دلیر شاکرہ حاضر۔ ناظر۔ صادر۔ صابر۔ حافظ۔ بائع۔ واقع۔ رافع
 مانع۔ واقف۔ عاریت۔ رازق۔ لائق۔ جاہل۔ حامل۔ داخل۔ شامل۔ عامل۔ قاتل۔ مائل
 حاکم۔ خادم۔ ظالم۔ عالم۔ ناظم۔ خائن۔ ساکن۔ ضامن۔ ونیرہ۔

٢- فاعله - بامر - جامده - حادثه - داخله - ذائقه - ساميه - صاعقه - ضابطه - رابط

فَانْجَرُ فَاظْمَرُ فَاظْمَرُ طَالِبُهُ زَائِدُهُ شَاهِدُهُ عَابِدُهُ وَالِدُهُ شَاكِرُهُ صَابِرُهُ حَافِظُهُ عَاطِلُهُ قَاتِلُهُ وَارِثُهُ لَامِسُهُ نَاطِرُهُ وَنِيرُهُ -

۳- مُفْعِلٌ : مُرْشِدٌ مُوجِدٌ مُفْلِسٌ مُخْلِصٌ مُنْصِفٌ مُشْفِقٌ مُشْرِكٌ مُشْكِلٌ مُسْرِئٌ مُقْبِلٌ مُجْرِمٌ مُسَلِّمٌ مُنْعِمٌ مُجَسِّنٌ مُؤْمِنٌ مُلْغَمٌ مُفْسِدٌ مُنْكَرٌ مُخْبِرٌ مُدْرِكٌ مُبْدِعٌ وَنِيرُهُ -

۴- مُفْعَلٌ : مُخْرَبٌ مُزْتَبٌ مُجْدَرٌ مُصَوَّرٌ مُؤَثَّرٌ مُجَوَّزٌ مُبْلَغٌ مُضْغَفٌ مُثَوِّلٌ -

۵- مُتَفَعِّلٌ : مُتَرَدِّدٌ مُتَعَلِّقٌ مُتَجَلِّسٌ مُتَوَسِّلٌ مُتَوَكِّلٌ مُتَاكَلٌ مُتَكَلِّمٌ مُتَوَجِّعٌ وَنِيرُهُ -

۶- مُتَفَاعِلٌ : مُتَوَازٍ مُتَجَاوِزٌ مُتَوَاضِعٌ مُتَصَادِمٌ مُتَوَازِيٌّ وَنِيرُهُ -

۷- مُتَفَاعِلٌ : مُجَابِبٌ مُنَاسِبٌ مُجَالِجٌ مُجَاهِدٌ مُسَافِرٌ مُحَافِظٌ مُخَالِفٌ مُنَافِقٌ مُوَافِقٌ وَنِيرُهُ -

۸- مُتَفَعِّلٌ : مُتَجَمِّدٌ مُتَخَصِّرٌ مُتَقَطِّعٌ مُتَعَنِّيٌّ وَنِيرُهُ -

۹- مُضْطَعِلٌ : مُضْطَرِبٌ مُشْتَعِلٌ مُمْتَدِلٌ مُمْتَدِيٌّ وَنِيرُهُ -

۱۰- مُسْتَفْعِلٌ : مُسْتَقْبِلٌ مُسْتَعِثٌ مُسْتَفِيدٌ مُسْتَطْعِلٌ مُسْتَقِيمٌ وَنِيرُهُ -

نوٹ :- (۱) عربی اسم فاعل کا لفظ بہت احتیاط سے کرنا چاہیئے ۔

(۲) اگر ماقبل آخری حرف علت ہو تو اس کی زیر اس سے پہلے حرف کو مل جاتی ہے اور وہ خود ساکن ہو جاتا ہے جیسے مُسْتَعِثٌ : مُسْتَفِيدٌ وَنِيرُهُ ہیں ۔

عربی میں پیشے کے تعلق سے جو لفظ پیشہ وروں کو دئے جاتے ہیں وہ اکثر اسم مبالغہ کے وزن پر آتے ہیں ۔ ان میں سے بعض اردو میں اسم فاعل کے لئے استعمال ہوتے ہیں مثلاً ضیاطہ - تجارہ - صباغہ - بزارہ - حمالہ - دلالہ - حجامہ - فصادہ - جراحہ - میاچہ وغیرہ ۔ مولانا حاکمی نے چند پیشہ وروں کے نام ایک

لہ اردو میں اس کا اطلاق نہیں ہے ۔

بندیں جمع کئے ہیں یہ

حکومت ملی اُن کو صفا جو تھے اِمامت کو پہنچے وہ قضا جو تھے
وہ قطبِ زمان ٹھہرے عطار جو تھے بنے مرجعِ خلقِ تجار جو تھے
ابوالفضل یاں اُٹھے سراجِ کائنات ابوالوقت ہو گئے رے جلاجِ کائنات
مگر اُردو میں پیشے کا نام اور ہوتا ہے۔ پیشہ و کالقب کچھ اور مثلاً حجاز
بنانے والے کو نانی کہتے ہیں۔ کپڑا سینے والے کو درزی۔ سبزی بیچنے والے کو کچڑا۔
کپڑا بنانے والے کو جلا یا۔ لکڑی کا کام کرنے والے کو بڑھئی۔ مٹی کے باسن بنانے والے
کو کھار۔ علی ہذا القیاس۔ البتہ دھوبی میں پیشے کی طرف اشارہ ہے اسی طرح
کھار اور سار بھی اپنے اپنے پیشوں کا کسی قدر اظہار کر رہے ہیں۔
بعض فارسی اسم فاعل بھی اردو میں استعمال ہوتے ہیں مثلاً پرندہ -
چنڑہ - درندہ - دہندہ - نمائندہ وغیرہ

اسم فاعل سماعی اور ترکیبی

بعض شتق الفاظ ایسے ہیں۔ کہ اسم فاعل کے مقررہ اوزان میں سے کسی
مطابق نہیں ہیں۔ لیکن اسم فاعل کے معنی دیتے ہیں۔ اس کو اسم فاعل سماعی کہتے
ہیں۔ مثلاً چورا۔ چوٹا۔ لیٹرا۔ چرواہا۔ جوتا دوتنے والا) لیوا (لینے والا) یہ عموماً
لفظ نام کے ساتھ آتا ہے (یعنی نام لیوا) لیکن جو کسی خاص قاعدے کے مطابق
بنائے جائیں۔ وہ اسم فاعل قیاسی کہلاتے ہیں مثلاً دوڑنے والا۔ بیچنے والا۔
کبھی دو لفظوں کو ملا کر فاعلی معنی پیدا کرتے ہیں مثلاً راہ چلتا۔ دودھ پیتا۔ بن
بٹا۔ کھٹ بنا۔ ایسی صورت میں اسم فاعل ترکیبی کہلاتا ہے۔
کبھی ہمارے بھی اسم فاعل کے معنی دیتا ہے۔ اس کو علامتِ مصدر کا الف دور کر کے
آگے لگا دیتے ہیں مثلاً پالنے والا ہون (مارنے والا) مارنے والا جان مار وغیرہ۔

نوٹ ۱۔ اسم فاعل ترکیبی سماعی اور تکیاسی دونوں طرح کا ہو سکتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اسم فاعل سماعی محض ترکیبی ہو۔ اس لئے کہ سماعی مرکب اور مفرد دونوں شکلوں میں ہو سکتا ہے۔
 فاعلی کے بہت سے ترکیبی اور سماعی اسم فاعل اردو میں مستعمل ہیں مثلاً جا فورہ نامور
 ہنسور، بخنور، مزدور (جو اصل میں مزدور تھا) غناک، نمناک، المناک، دردناک۔
 اندوہناک، پرہیزگار، خدمتگاہ، راہ گیر، راہ رو، خدا پچی، مشعلچی، دل کشا، دل ریا۔
 غفلند، دولت مند وغیرہ۔

نوٹ ۲۔ صفت مشبہ اور اسم فاعل میں یہ فرق ہے کہ اسم فاعل میں فعل ایک عارضی وصف ہوتا ہے اور صفت مشبہ میں ذاتی۔ یا یوں سمجھ لیجئے کہ اسم فاعل میں فعل ایک امتیازی بات ہوتی ہے اور صفت مشبہ میں لازم۔

۲۔ اسم مفعول

مفعول اور اسم مفعول کا فرق۔ مفعول کی تعریف پہلے بیان ہو چکی ہے یعنی وہ جس پر فعل کا اثر پڑے مثلاً زید نے خط لکھا۔ اس جملے میں لکھنے کا اثر چونکہ خط پر پڑا اس لئے خط "مفعول" ہے لیکن اس فعل کے تعلق سے جو نام خط کو دیا جائے، یعنی "لکھا ہوا" اسے اسم مفعول کہیں گے۔

نوٹ ۱۔ اسم مفعول عام طور پر متحدی مصدر سے بنتا ہے۔
 بنانے کا قاعدہ ۱۔ اردو میں اسم مفعول مادہ مصدر پر الف بڑھا کر ہوا لگانے سے بنتا ہے مثلاً مارنا سے مارا ہوا، کاٹنا سے کاٹا ہوا۔ لیکن اگر مادہ مصدر کے آخر میں الف یا واو مجہول ہو تو اس کے آگے "یا" بڑھا کر ہوا لگاتے ہیں مثلاً کھانا سے کھایا ہوا، لانا سے لایا ہوا، کھونا سے کھویا ہوا۔

نوٹ ۲۔ جمع مذکر میں ہوا سے پہلے کے الف کو یا تے مجہول میں بدل دیتے ہیں اور "ہوا" کو "ہوئے" میں مثلاً مارے ہوئے بھائے ہوئے۔ لیکن اگر مادہ مصدر کے

آخر میں اَلتَّ یا وَاوُ مَجهول ہو تو جمع مذکر کی صورت میں تے کا اضافہ کر کے ہوئے "لگاتے ہیں۔ مثلاً کھاٹے ہوئے۔ لائے ہوئے۔ کھوئے ہوئے۔

واحد مونث کے لئے مَجهول کے بجائے یا تے معروف لگائی جاتی ہے۔ مثلاً کھائی ہوئی۔ جمع مونث کے لئے بجائے ہوئی کے "ہوئیں" لگالیتے ہیں۔ مثلاً ماری ہوئیں۔ کاٹی ہوئیں۔ کھائی ہوئیں۔ لائی ہوئیں۔ کھوئی ہوئیں۔

عربی کے بھی بہت سے اسم مفعول اُر دو میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ ان میں اکثر لفظ مفعول کے وزن پر آتے ہیں۔ پس عربی کا جو لفظ مفعول کے وزن پر آئے اسے عام طور پر اسم مفعول ہی سمجھا چاہیے۔ مگر چونکہ عربی میں مصدر کی طرح کے بھی اس لئے ان کے اسم مفعول بھی کئی طرح کے آتے ہیں۔ ذیل میں چند مشہور اِنداز دئے جاتے ہیں۔
۱۔ مفعول۔ محبوب۔ منسوب۔ مجروح۔ مغتوج۔ ممدوح۔ مردود۔ مسدود۔
 مفلوہ۔ محمود۔ مجبوع۔ مجبوعہ۔ مشہور۔ منکور۔ مسرور۔ منطوہ۔ ملبوس۔ مجبوس۔ منقوش۔
 محروض۔ مقروض۔ مرفوع۔ مروضہ۔ موقوف۔ مخدوف۔ موصوف۔ مصروف۔ مفعول
 مقبول۔ مفتول۔ مشغول۔ مرحوم۔ مرقوم۔ مخدوم۔ مکتوم۔ منطوم۔ مجنون۔ مرتون۔

ممنون۔ مضمون وغیرہ۔
۲۔ مفعولہ۔ مشمولہ۔ مسعود۔ مقسمہ۔ مدوحہ۔ موسومہ۔ محودہ۔ مذکورہ۔ مجروضہ
 موسوفہ۔ مفتولہ۔ مرحومہ۔ مخدومہ۔ مجنونہ۔ مرتونہ وغیرہ۔

۳۔ مفعول۔ مرکب۔ مقرب۔ مہذب۔ مثلاً مروج۔ موخر۔ مظهر۔ مقدمہ۔ مکرر
 مقدر۔ مقدس۔ مریح۔ مکرّم۔ معظّم۔ مسلم۔ مقدم وغیرہ
۴۔ مفعول۔ مند۔ مرسل۔ مجمل۔ ملام۔ مدغم وغیرہ
۵۔ مفعول۔ مستند۔ مستند۔ مستنصر۔ مستنصر۔ مستنصر۔ مستنصر وغیرہ۔
۶۔ مفعول۔ مستعمل۔ مستحکم۔ مستحسن۔ مستحار۔ مستثنیٰ وغیرہ۔

نوٹ :- (۱) عربی اسم مفعول کا لفظ بڑی احتیاط چاہتا ہے۔ (۲) اگر اقبل اور اخر
الف و حرف علت ہوں تو وہ اپنی زبر اپنے سے پہلے حرف کو دے دیتا ہے جیسے مستغفرین
دس بعض اسم مفعول اسم فاعل یا صفت مشبہ کے معنی دیتے ہیں۔ مثلاً پڑھا لکھا مرد
پڑھی ہوئی عورت ۔

بعض فارسی اسم مفعول بھی اردو میں مستعمل ہیں مثلاً دیدہ ۔ والستہ ۔ نوشتہ
آرمودہ ۔ خستہ ۔ آزرده ۔ فریفتہ ۔ گرویدہ ۔ کاشتنہ ۔ زکاشتنہ وغیرہ ۔

اسم مفعول سماعی اور ترکیبی

بعض مشتق الفاظ ایسے ہیں کہ اسم مفعول کے مقررہ اوزان میں سے کسی کے
مطابق نہیں ہوتے لیکن اسم مفعول کے معنی دیتے ہیں۔ ان کو اسم مفعول سماعی کہتے ہیں
یہ مرکب ہوتے ہیں اور مقررہ بھی مثلاً کن پٹلا ۔ سر پٹیرا ۔ ہند کٹا ۔ کٹا ۔ بیا ہتا ۔
فارسی کے بھی کئی اسم مفعول ترکیبی اردو میں استعمال ہوتے ہیں مثلاً دل گرفتہ
غمزدہ ۔ ستم زدہ ۔ ناز پروردہ ۔ خدا ساز ۔ شاہ نواز ۔ پا اندازہ ۔ گرفتار ۔ دل پذیر
شاہزادہ وغیرہ ۔

۳۔ اسم کیفیت

(حاصل مصدر)

جس لفظ سے کسی چیز کی حالت یا کسی فعل کا اثر ظاہر ہو اسے اسم کیفیت
کہتے ہیں۔ جب یہ لفظ مصدر سے بنتا ہے تو اسے حاصل مصدر کہتے ہیں۔
اسم کیفیت یا حاصل مصدر بنانے کا کوئی کلیہ قاعدہ نہیں یہ بھی تو مصدر
سے بنتا ہے اور کبھی دوسرے اسموں سے کچھ قاعدے ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں :-
(۱) گہبی اسم صفت پر پن بڑھا کر اسم کیفیت بنا لیتے ہیں مثلاً الحق پن ۔ دیوانہ پن ۔

(۲) کبھی اسم ذات میں کچھ تغیر کر کے پٹن لگا دیتے ہیں مثلاً بچپن۔ رطوبت۔
 (۳) کبھی اسم صفت میں کسی قدر تصرف کر کے پایا پت بڑھا لیا جاتا ہے مثلاً بڑھا پایا
 مثلاً پاسبان پت۔ کنوار پت۔

(۴) کبھی فارسی یا عربی سے آئے ہوئے اسم صفت پر ہی کا اضافہ کر لیتے ہیں مثلاً
 گرم سے گرمی۔ نرم سے نرمی۔ ناراض سے ناراضی۔ جوان سے جوانی۔ حیران سے حیرانی
 (۵) اگر فارسی صفت کے آخر میں ہائے مختلف ہو تو اسے گئی میں بدل کر اسم کیفیت
 بنا لیتے ہیں مثلاً زندہ سے زندگی۔ مردہ سے مردگی۔ پڑمردہ سے پڑمردگی۔ خستہ
 سے خستگی۔ آندہ سے آندگی۔

(۶) کبھی مادہ مصدر بھی اسم کیفیت (حاصل مصدر) کا کام دیتا ہے۔ مثلاً بول۔
 تول۔ تڑپ۔ چمک۔ بار۔ پھوٹ۔ اُٹوگھ۔ پھوڑ۔ بگاڑ۔ پہچان۔
 (۷) کبھی دو مادوں کو ملا لیتے ہیں مثلاً جان پہچان۔ لین دین۔ چھین چھپٹ۔ دیکھ
 بھال۔ بھاگ دوڑ۔

(۸) کبھی علامت مصدر کا لفظ دور کر کے مثلاً جلن۔ چلن۔ تھکن۔ پھین۔ لگن۔
 دھڑکن۔ اُٹھن۔ دیکھن۔

(۹) کبھی مادہ مصدر پر دُیا او بڑھا کر مثلاً بچاؤ۔ دپاؤ جھکاؤ نہاؤ چڑھاؤ
 (۱۰) کبھی مادے کے بعد لفظ زیادہ کر کے مثلاً کہا۔ سُنا۔ جھگڑا۔

(۱۱) کبھی ایک ہی مادے کی تکرار سے مثلاً بک بک۔

(۱۲) بعض مادوں میں تغیر کر کے مختلف علامتیں بڑھا لیتے ہیں مثلاً بکواس۔ ہلاوا
 بناوٹ۔ سلائی۔

(۱۳) کبھی مصدر کچھ ہوتا ہے اور اسم کیفیت کچھ مثلاً سونا مصدر ہے اور نینہ
 اسم کیفیت۔

(۱۴) بعض مصدروں سے دودھ حاصل مصدر بنتے ہیں مثلاً ٹوٹنا سے ٹوٹ اور ٹٹس۔ جلنا سے جلن اور جلا پا۔ لیکن دونوں کے معنوں میں کبھی قدر فرق ہوتا ہے۔
 (۱۵) فارسی کے اکثر حاصل مصدر اردو میں استعمال ہونے ہیں مثلاً بخشش۔ سازش۔ آزمائش۔ آمیزش۔ دانائی۔ رسائی۔ بینائی۔ ناز۔ انداز۔ پرداز۔ دریافت۔ برداشت۔ بازگشت۔ پیش رفت۔ جستجو۔ گفتگو۔ مدد و رفت۔ پیچ و تاب۔ سوز و گداز۔ کشاکش۔ کش مکش۔ دیدار۔ رفتار۔ گفتار وغیرہ۔

نوٹ :- (۱) اردو میں اس کے کیفیت بالعموم ٹونٹ سمجھے جاتے ہیں اور کبھی ٹنک بھی (۲) بعض اسمائے کیفیت مرزا سودا کی جدت طرازی کا نتیجہ ہیں۔ لیکن ان کے سوا شاید یہ کسی اور نے ان کو استعمال کیا ہو مثلاً بڑھنت۔ کڑنت۔ رڑنت۔ بھڑکنت۔ پڑنت وغیرہ۔ (۳) مذکورہ بالا کے علاوہ اور بھی کئی اسمائے کیفیت اردو میں مستعمل ہیں۔

۴۔ اسم معاوضہ

وہ اسم جو کسی خدمت یا محنت کے بدلے کا نام ہو۔ اسے اسم معاوضہ کہتے ہیں۔
 بنانے کا قاعدہ :- مصدر متحد بلا واسطہ اور متعدی المتحدی سے علامت مصدر حذف کر کے ٹی لگا دیتے ہیں۔ مثلاً رنگائی۔ دھلائی۔ سلائی۔ پکوائی۔ گٹائی وغیرہ۔
 فائدہ آزاد میں ایک ظریف کہتا ہے :-

حجرات بنانے کو آیا تھانا ٹی !
 حجامت بناتے ہی مانگی رزائی !
 مثل مجھ کو اس وقت یہ یاد آئی
 کہ دمڑی کی بڑھیا ٹکا سر مُنڈائی

نوٹ :- (۱) اسم معاوضہ ہمیشہ ٹونٹ ہوتا ہے (۲) مصدر متحد بلا واسطہ سے بھی اسم معاوضہ آتا ہے لیکن کم اور لازم اور متعدی منفعلہ کسی نہیں آتا (۳)

بعض مصدروں سے اسم کیفیت اور اسم معاوضہ ایک ہی شکل میں آتے ہیں ان کا فرق استعمال سے معلوم ہو سکتا ہے مثلاً۔ اس قبض کی سلائی اچھی نہیں ہوئی۔ ۲۔ کیوں جی خلیف صاحب ! اس قبض کی سلائی کیا پیچھے تھا ؟

اسم حالیہ

وہ اسم جو باعل یا مفعول کی حالت ظاہر کرے۔ اسم حالیہ کہلاتا ہے مثلاً روتا پیتا مسکراتا۔ اُچھلتا۔ کودتا۔

بنانے کے قاعده کے (۱) علامت مصدر کو تاء میں بدل دینے سے اسم حالیہ بن جاتا ہے مثلاً مسکراتا سے مسکراتا۔ پڑھتا سے پڑھتا۔ لکھتا سے لکھتا۔ دوڑتا سے دوڑتا۔ دیکھتا سے دیکھتا۔

نوٹ :- جمع مذکر کے لئے اسم حالیہ کے آخر کا الف یا تے مچھول سے اور واحد اور جمع مؤنث کی صورت میں یا تے معروف سے بدل دیتے ہیں مثلاً اُچھلتا سے اُچھلتے اور اُچھلتی (۲) کبھی لفظ "توا" بھی زیادہ کرتے ہیں مثلاً وہ پہنتا ہوا آ رہا تھا۔ جمع مذکر کے لئے "توں" اور واحد اور جمع مؤنث کے لئے "ہوئی" بڑھاتے ہیں۔ (۳) کبھی اسم حالیہ مکرر بھی آتا ہے مثلاً

پہی جی میں آئی کہ گھر سے نکلا۔ ٹپٹا ٹپٹا ذرا باغ چل
لیکن اسم حالیہ مکرر آئے تو لفظ "توا" نہیں بڑھاتے۔ وہ کبھی اسم حالیہ واحد مذکر کے لئے بھی بڑھ کر آتا ہے مثلاً "وہ دیر سا غریب سے گھر میں چلتے ہو کھیا۔" وہ پہنتے پہنتے تو کیا قتل گنہگاروں کو رو دیا دیکھ کے جلاؤ نے زنداں خالی
وہ کبھی اسم حالیہ بھی اردو میں متصل ہیں مثلاً اُنٹناں خیزاں۔ گریاں خیزاں۔ گویاں سے گرا خیزاں۔ خیزاں سوٹھا ہے بھی اب ہم تو پہنچے بھلا جا کے منزل پہ کب ہم

فعل

فعل ناقص۔ فعل کی دو قسموں یعنی لازم اور متعدی کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ لیکن اس کی ایک تیسری قسم ہے جسے فعل ناقص کہتے ہیں۔ فعل لازم کا اثر کسی دوسرے شخص

یا چیز پر نہیں پڑتا۔ بلکہ صرف اس کے فاعل کی ذات تک محدود رہتا ہے۔ متعدی کا اثر فاعل کے علاوہ مفعول پر بھی پڑتا ہے لیکن فعل ناقص وہ ہے جو کسی پر اثر نہ ڈالے بلکہ کسی پر اثر کو ثابت کرے۔ اسی بنا پر فعل ناقص کے فاعل کو فاعل نہیں کہتے۔ بلکہ اس کو مُمَبْتَدَا یا اَکْسَم کہا جاتا ہے مثلاً ”زید بیمار ہے“ اس جملے میں ”ہے“ فعل ناقص ہے۔ ”زید“ مُبْتَدَا اور ”بیمار“ اُس کی خبر ہے۔

فعل ناقص کی شناخت یہ ہے کہ جب تک مُبْتَدَا کے علاوہ کوئی اور اسم یا صفت اس کے ساتھ نہ ملے وہ پورا مطلب نہیں دیتا۔ ناقص کے معنی یہی نامکمل۔ اس کے برعکس لازم اور فعل متعدی کو تام (مکمل) کہتے ہیں۔

مثلاً ”حاضر غائب“ جو شخص اپنی بات کچھ کہے اُسے منکلم کہتے ہیں جس سے بات کی جائے اُسے مخاطب یا حاضر کا نام دیا جاتا ہے اور جس کے متعلق کچھ کہا جائے (چاہے وہ پاس ہو یا دور) وہ غائب کہلاتا ہے۔
گروہ ان - ایک ہی فعل کی منکلم حاضر اور غائب کے لحاظ سے مختلف حالیوں میں کرنے کو گردان کہتے ہیں۔ ہر حالت صیغہ سٹھ کہلاتی ہے۔
”ہے“ کی مختلف حالتیں :-

۱۔ واحد غائب جمع غائب واحد حاضر جمع حاضر اور منکلم جمع منکلم
(توہ حاضر ہے وہ پریشان ہیں تو خوش ہے تم بیمار ہو میں مسافر ہوں ہم عاجز ہیں)

۱۔ بعض اہل قواعد یہ کہتے ہیں کہ ”خود مولوی فتح محمد خاں خلیل مبحث میں پڑ گئے ہیں ایک جگہ اس کا نام اَکْسَم فعل قرار دیتے ہیں اور دوسری جگہ فعل ناقص“
۲۔ مُبْتَدَا یا اَکْسَم اور خبر وغیرہ کا مفصل حال حصہ بخیر میں بیان کیا جائے گا۔
۳۔ صیغہ نعت میں واصلی ہونا چیز کو کہتے ہیں۔

”مقا“ کی مختلف حالتیں :-

واحد غائب جمع غائب واحد حاضر جمع حاضر واحد متکلم جمع متکلم
مکمل۔ وہ حاضر تھا وہ پریشان تھے تو خوش تھا تم پیار تھے میں سا فرقا ہم عاجز تھے
مؤنث :- ” ” معنی ” ” بھیں ” ” بھئی ” ” بھیں ” ” بھئی ” ” بھیں ” ” بھیں ”
” سہی“ ایک ایسا لفظ ہے جو کبھی تو فعل ناقص کا کام دیتا ہے اور کبھی فعل کے
سامنے قائم آتا ہے اس کی مزج ہوتی ہے نہ تذکیر و تانیث۔ ذیل کی مثالوں سے
اس کے مقامات استعمال معلوم ہو سکتے ہیں :-

” وہ نیک ہے۔ ہم بد ہے۔ وہ لائق ہے۔ دیکھو تو ہے۔ سنو تو ہے۔“
قطع کیجئے نہ تعلق ہم سے کچھ نہیں تو عداوت ہی ہے
کچھ تو ہے اے فلک نا اصف آہ و فریاد کی رخصت ہی ہے
ہم بھی تسلیم کی خود ایں گے بے نیازی تری عادت ہی ہے
ایک سنگا سے یہ سو تو ہے گھر کی رونق تو غم ہی ہے لغزہ شادی نہ سہی
نہ تاش کی تمنا نہ صلے کی پردا گر نہیں مرے اشعار میں محنت نہ سہی
ہے اور نخل کے علاوہ ہونا۔ بیڑنا۔ بننا۔ لکھنا۔ رہنا۔ پڑنا۔ لگنا۔ ہو جانا۔
بن جانا۔ نظر آنا۔ دکھائی دینا۔ معلوم ہونا سے بھی ناقص افعال بنتے ہیں ان میں
سے ہونا کے افعال تو ہمیشہ ناقص ہوتے ہیں لیکن باقی مصدر روں کے افعال بھی تمام
ہوتے ہیں۔ اور کبھی ناقص۔

تمام ناقص
۱۔ میں گنہگار مٹھرا اس کام کا معاوضہ کیا ٹھیرا ؟
لے یہ وہ ہے نہیں جو ہنسا بدداشت کرنا ہے جیسے اس مصرع میں :-
یہ سب سہا پر ایک نہیں کی نہیں ہے

- ۲۔ حامد عالم بنا
۳۔ وہ تو نرا احق نکلا۔
۴۔ کتنا طوطے کو پڑھایا پردہ جیواں ہی رہا
۵۔ مومن اور سوسہ ہنسی پڑے
۶۔ ہمارا دوست میر کبیر بن گیا
۷۔ تمہیں یہ شہر اچھا لگا؟
۸۔ وہ دیوانہ ہو گیا ہے
۹۔ اختر بیمار نظر آتا ہے
۱۰۔ یہ لڑکا کافی ہوشیار دکھائی دیتا ہے
۱۱۔ عذرا عقل مند معلوم ہوتی ہے
۱۲۔ زمانے۔ زمانے تین ہوتے ہیں (۱) موجودہ جو حال کہلاتا ہے (۲) گزرا ہوا جسے ماضی کہتے ہیں (۳) آنے والا جو مستقبل کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ فعل ان تینوں زمانوں میں اس طرح آتا ہے۔

- ۱۔ حال :- اختر یہاں صبح سویرے آتا ہے
اسی باعث سے دایہ طفل کا فیون دیتی ہے کہ تا ہو جائے لذت آشنا تلخ دوراں سے
۲۔ ماضی :- محراب آیا اور اس نے کھانا کھایا
نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب
۳۔ مستقبل :- جگدیش پرسوں ضرور آئے گا
یہ چین یونی ہے گا اور ہزاروں جانور
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے
ان کے علاوہ فعل کی مندرجہ ذیل مزید تین صورتیں ہوتی ہیں :-
۴۔ مضارع :- یہ زمانہ حال اور زمانہ مستقبل کا مرکب بنتا ہے مثلاً اگر آپ کہیں

لو وہ یہاں آئے یعنی آپ کہیں تو وہ اب آٹے یا کل پرسوں یا پھر کبھی سے
گرفت کرے آگاہ اگر حال سے ہو شرم آتی ہے جو کہتے ہیں مسلمان مجھ کو
۵۔ اصر جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ حکم کے لئے آتا ہے یا پھر فرمائش کے لئے
مثلاً زائد یہاں آؤ

۶۔ ہنی۔ اس میں کام کے نہ کرنے کا حکم ہوتا ہے مثلاً صابرا یہاں مت آؤ۔ اس
کو نہ چھیڑو

نہ چھیڑے کہتے بادبھاری راہ لگ اپنی! تجھے اٹھکھیلیاں سو بھی ہیں ہم تیرا بیٹھے ہیں
ماضی کی قسمیں

۱۔ مُطلق :- کائنات کی پیدائش سے اس وقت تک جو زمانہ گزر چکا ہے۔ وہ سب
ماضی ہے البتہ اس میں قُرب اور بعد پایا جاتا ہے۔ اگر ماضی میں زمانے کے قُرب اور بعد
کا لحاظ نہ ہو اور محض گزرا سمجھا جائے تو اس کو ماضی مُطلق کہتے ہیں مثلاً آیا۔ گیا۔
کسی کو ہم نے یاں اپنا نہ پایا جسے پایا اسے بیگانہ پایا
۲۔ قریب :- ادا اگر پاس کا گزرا ہو زمانہ ہو تو اسے ماضی قریب کہا جاتا ہے
مثلاً آیا ہے۔ دوڑا ہے۔

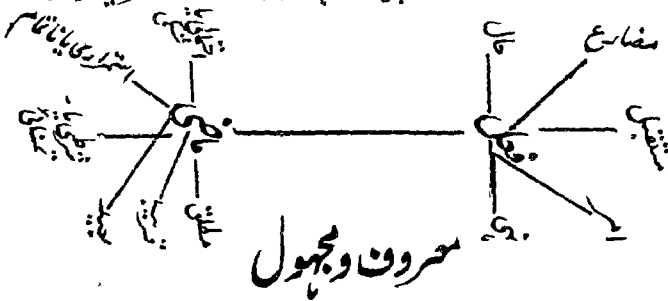
پُچھو نکالے فصل گل نے صُور آ کے پھر حین میں اک حشر سارے برپا مُرعان لغم زن میں
۳۔ بعید :- اور اگر دُور کا گزرا ہو زمانہ سمجھا جائے تو ماضی بعید مثلاً آیا تھا۔

دوڑا تھا۔ ہاں داں بھی شورِ محشر نے نہ دم لینے دیا
لے گیا تھا گور میں ذوقِ تن آسانی مجھے

۴۔ شرطی یا مُتمنائی :- اس میں شرط یا آرزو پائی جاتی ہے۔ آہا۔ دوڑنا ہے

ہے یقیناً دیر پا بل مجھ کو دینے آشنا گریں حالِ نزع میں بھی جامِ شربت مانگنا
۴۔ افسوس کی یا ماتم نام :- استمرار جاری رہنے کو کہتے ہیں۔ نام تمام سے بھی عدم تکمیل
پائی جاتی ہے یہ ماضی ایسی ہے جس میں کام کا جاری رہنا زمانہ گزشتہ میں پایا جاتا ہے
مثلاً آنا تھا۔ دوڑنا تھا۔

پاتے تھے چین کب غم دوری سے گھر میں ہم راحت وطن کی یاد کریں کیا سفر میں ہم !
۶۔ احتمالی یا شکی :- اس میں احتمال پایا جاتا ہے مثلاً آیا ہوگا۔ دوڑا ہوگا۔
سب کیاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوئیں خاک میں کیا صورتیں ہوئی کہ نہاں ہوئیں
فعل کی ان سب قسموں کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے لئے بخیر ذیل کو دیکھئے۔



فعل اپنے فاعل کے لحاظ سے دو طرح کا ہوتا ہے (۱) مضارع اور (۲) ماضی۔
جس فعل کا فاعل مذکور و معلوم ہو اسے مضارع کہتے ہیں اور جس کا فاعل معلوم نہ ہو اسے ماضی کہتے ہیں۔
فعل ماضی ہمیشہ متعذر ہوتا ہے۔ اس میں مفعول فاعل کی جگہ کام کرتا ہے
اور مفعول عالمِ لسانی فاعل کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ فعل مضارع کی مثال :-
اے یہاں جینے سے بیزار نہیں ہیں یا رب یا اسی طرح سے سب عمر بسر کرتے ہیں۔
اس شعر میں 'بسر کرتے ہیں' کا فاعل 'سب' یعنی 'سب لوگ' معلوم ہے اس لئے
یہ فعل مضارع ہے۔
نہ جاننا پہچانا ہو مثلاً نامعلوم

فعل مجہول کی مثال سے

کاش! اک جام بھی سالک کو پلایا جاتا اک چراغ اور سرِ راہ جلا یا جاتا
اس مضمیر میں معلوم نہیں ہوتا کہ سالک کو جام پلانے والا اور سرِ راہ چراغ
جلانے والا کون شخص ہوتا۔ صرف پلائے جانے اور جلائے جانے کا ذکر ہے پس
”پلایا جاتا“ اور ”جلا یا جاتا“ مجہول افعال ہیں۔ اور جام ”اور چراغ“ ان کے ”مفعول
مالم یسی فاعلہ“

مثبت اور منفی

فعل میں یا تو کام کا ثبوت یعنی ہونا پلایا جاتا ہے یا عدم ثبوت یعنی نہ ہونا۔ پہلی
صورت میں فعل کو مثبت کہتے ہیں۔ دوسری میں منفی۔ مثلاً ”میں نے سبق پڑھا۔“
پڑھا فعل مثبت ہے۔ انور نے سبق نہیں پڑھا۔ نہیں پڑھا۔ فعل منفی ہے۔ فعل
اس میں منفی کی صورت آجائے تو اُسے فعل ہی کہتے ہیں۔

افعال کے بنانے کے قاعدے گردانیں اور استعمال

عام طور پر لازم افعال کے صیغوں کی تذکرہ و ثانیث اور وحدت و جمعیت فاعل کے
لحاظ سے ہوتی ہے یعنی فعل لازم مختلف حالتوں میں اس لئے مذکر یا مؤنث واحد یا
جمع کہلاتا ہے کہ اس کا فاعل مذکر یا مؤنث واحد یا جمع ہوتا ہے مثلاً زیبا آیا۔ حمیدہ
ہوئی۔ مرد دوڑے۔ عورتیں نہیں یا مثلاً بادل گر جا۔ بجلی چمکی۔ اہلے پڑے۔
بوندیں برسیں۔

متعدی افعال کی تذکرہ و ثانیث اور وحدت و جمعیت کبھی تو فاعل کے اعتبار
سے ہوتی ہے۔ مثلاً حامد کھانا لایا۔ محمود گھر گیا اور کبھی مفعول کے اعتبار سے مثلاً
میں نے خط لکھا۔ اس لئے کتاب پڑھی۔ دو مفعول ہوں تو عموماً اعتبار دوسرے

کا ہوتا ہے۔ مثلاً میں نے حامد کو گھڑی دی۔ اس نے اپنی بہن کو انعام دیا۔
لیکن جب مفعول ایک ہی ہو اور اس کے بعد ”گو“ آجائے تو فعل ہمیشہ واحد
اور مذکر آتا ہے مثلاً میں نے گھوڑے کو مارا۔ ہم نے گھوڑوں کو مارا۔ تو نے گھوڑی کو
مارا۔ تم نے گھوڑیوں کو مارا۔ انہوں نے فقروں کو سنایا۔
مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایسے افعال میں ہر چند صیغے کی صورت بلحاظ مذکر و

”ثانیث اور وحدت و جمعیت مفعول بدل جاتی ہے۔ لیکن چونکہ فاعل مذکور ہوتا ہے
اس لئے جب صیغے کو واحد یا جمع۔ مذکر یا مونث کہیں گے تو بہ اعتبار فاعل کہیں گے۔
نوٹ :- بعض افعال میں مذکر اور مونث کے صیغے الگ الگ ہوتے ہیں۔ لیکن
اہل لکھنؤ کے نزدیک ایسی صورتوں میں متکلم کے جمع مذکر اور جمع مونث کے صیغے ایک
ہی ہیں۔ یعنی وہاں عورتیں بھی مردوں کی طرح کہتی ہیں۔ ہم جائیں گے۔ تم پڑھتے ہیں۔
ہم دوڑتے۔ ہم گئے تھے۔ ہم آئے ہوں گے۔

۱۔ فعل امر

بنانے کا عام قاعدہ - مصدر کی علامت دُور کرنے سے امر رہ جاتا ہے
یا لول سمجھ لیجئے کہ مادہ مصدر ہی امر کا کام دیتا ہے مثلاً دوڑنا سے دوڑ۔ لانا سے
لا۔ دینا سے دے لینا سے لے۔ ہونا سے ہو۔

اُردو میں فعل امر کے حقیقت میں دو ہی صیغے ہیں ایک واحد حاضر کا اور دوسرا
جمع حاضر کا اور یہی دونوں مذکر اور مونث کے لئے استعمال ہوتے ہیں لیکن بعض لوگوں
دو صیغے (واحد اور جمع) غائب کے لئے بھی قرار دیئے ہیں۔ اس طرح مکمل چار صیغے ہوئے
جمع حاضر کے لئے واؤ مجہول کا اضافہ کرتے ہیں۔ واحد غائب کے لئے یائے مجہول
اور جمع غائب کے لئے یائے مجہول اور دون غنہ دیں گا۔ لیکن اگر مادہ مصدر کے آخر

میں الف یا د او ہوتو اضافہ کرنے سے پہلے سہزہ بڑھالیتے ہیں اور اگر بے مچھول
ہوتو اسے حذف کر دیتے ہیں۔ مثلاً لیتا سے جمع حاضر "لو" اور دیتا سے "دو"
لوٹ :- (۱) ہونا سے واحد اور جمع حاضر نیز واحد غائب تینوں صورتوں میں "ہو"
آتا ہے اور جمع غائب کے لئے "ہوں" (۲) ان سب صیغوں کے لئے گردائیں دیجیسے
جو نیچے درج ہیں :-

گردائیں
(دوڑنا سے فعل امر)

واحد	جمع
مذکر و مؤنث حاضر (تو) دوڑ	(تم) دوڑو
مذکر و مؤنث غائب (وہ) دوڑے	(وہ) دوڑیں
واحد	جمع
مذکر و مؤنث حاضر (تو) لا	(تم) لاؤ
مذکر و مؤنث غائب (وہ) لائے	(وہ) لائیں

(دینا سے)

واحد	جمع
مذکر و مؤنث حاضر (تو) دے	(تم) دو
مذکر و مؤنث غائب (وہ) دے	(وہ) دیں

(ہوتا سے)

واحد	جمع
مذکر و مؤنث حاضر (تو) ہو	(تم) ہو
مذکر و مؤنث غائب (وہ) ہو	(وہ) ہوں

فعل امر بنانے کے دیگر قواعد (۱) کبھی مادہ مصدر کے آخر میں کو
بڑھا کر سہی امر واحد حاضر بنالیتے ہیں مثلاً دوڑیو۔ لائیو۔ کھائیو۔ لکھیو۔ پڑھیو۔ لیکن پشیا

سینا اور ہونا سے اس قسم کے امر کے لئے جیو کا اضافہ کر کے پھیو۔ پھیو۔ پھیو بنا لیتے ہیں۔ لینا اور دینا کی صورت میں پہلے یاٹے مہول کو معروف میں بدلتے ہیں اور پھر جیو لگا کر لیجیو اور دیکھیو بنا لیتے ہیں۔ کرنا سے اس قسم کا امر کیجیو آتا ہے۔ جن مادوں کے آخر میں الف یا واؤ ہو۔ ان میں یو سے پہلے ہمزہ مکسور بڑھاتے ہیں مثلاً آئیو۔ جائیو۔ کھائیو۔ سوئیو۔ چھوئیو۔

نوٹ :- اس قسم کے امر کے صیغہ غائب اور جمع حاضر نہیں آتے۔ (۲) اردو میں حاضر کے لئے تخطیاً بجائے تو اور تم کے لفظ آپ استعمال کرتے ہیں اور اس کے لئے صیغہ جمع غائب لاتے ہیں۔ مثلاً آپ دوڑیں۔ آپ لائیں۔ آپ کھائیں آپ لکھیں۔ آپ پڑھیں۔ آپ پیئیں۔ آپ پیئیں۔ آپ ہوں۔ آپ لیں۔ آپ دیں۔ آپ کریں (۳) تخطیاتی امر کے لئے کبھی مادہ مصدر پر بیٹے کا اضافہ بھی کرتے ہیں اور اس کے لئے تبدیلیاں اسی طرح کی جاتی ہیں جس طرح جیو کے لئے مثلاً دوڑیئے۔ پڑھیئے۔ لائیئے کھائیئے۔ پیئیئے۔ سوئیئے۔ ہوئیئے۔ لیجیئے۔ دیکھیئے۔ کیجیئے (۴) کبھی تے پر کا مزید اضافہ کرتے ہیں مثلاً دوڑیئے گا۔ پڑھیئے گا۔ لائیئے گا۔ کھائیئے گا۔ پیئیئے گا۔ ہوئیئے گا۔ لیجیئے گا۔ دیکھیئے گا۔

خوش خرامی اور صبر بھی کیجئے گا میں بھی جوں نقش پا ہوں چشم براہ
 دھکبھی مصدر بھی امر حاضر کا کام دیتا ہے لیکن اس کا اطلاق فوراً زمانہ حال پر نہیں ہوتا مثلاً ہمارے ہاں آنا۔ تم ان کے پیچھے جانا ہے
 کچھ مری بے خودی سے تمہارا زیاں نہیں تم جانتا کہ بزم میں اک خستہ جاں نہ تھا
 استعمال (۱) بسا اوقات مخاطب آنکھ کے سامنے موجود نہیں ہوتا یا خاندان میں اس کا وجود ہی نہیں ہوتا۔ پھر بھی اس کے لئے امر استعمال کیا جاتا ہے
 لہذا غالباً اردو کے سوا دنیا کی کسی اور زبان میں اس قسم کا کوئی تخطیاتی لفظ نہیں ہے زیادہ ادب ملحوظ ہوتا اور وہیں جناب کہتے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ کے لئے حضور

بس اے ناامیدی نہیوں دل بھالتو جھلکے امید اپنی آخر دکھا تو
 ذرا ناامیدوں کی دھارس بندھاؤ فسرہ دلوں کے دل آکر بڑھاؤ
 ترے دم سے مردوں میں جانیں پڑی ہیں جلی کینیاں تو نے سرسبز کی ہیں
 (۲) کبھی مخاطب غیر معین ہوتا ہے۔ مثلاً
 قفس میں جی نہیں لگتا کسی طرح لگا دو آگ کوٹی آشیاں کو
 غالب۔

پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے کوٹی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟
 (۳) کبھی امر و کتب سے جزو ثنائی خدشہ کر دیتے ہیں مثلاً
 ڈر ہے دلوں کے ساتھ امیدیں بھی لپٹ جائیں۔ اے آسائے گردش لیل و نہار بس
 ”بس اصل میں ہے بس کر“
 مدد اے جذبہ توفیق کہیاں ہو چکا کام تو انائی کا
 ”مدد“ اصل میں ہے ”مدد کر“
 (۴) امر کے بعض صیغے تنبیہ کے مقام پر بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔ مثلاً دیکھو۔
 دیکھو۔ سن سنو۔

۲۔ فعل نہی

بنانے کا قاعدہ۔ امر سے پہلے ”نہ“ یا ”مت“ لگانے سے فعل نہی بن جاتا
 ہے مثلاً دوڑ سے نہ دوڑ ”یا مت دوڑ۔ لا سے نہ لا ”یا مت لا“۔

گردانیں

(دوڑنا سے فعل نہی)

واحد جمع
 مذکر مؤنث حاضر (تو) مت دوڑ (تم) مت دوڑو
 غائب (وہ) مت دوڑے (وہ) مت دوڑیں

(دینا سے)

مذکر و مؤنث - حاضر (تو) مت لا (تم) مت لاؤ
غائب (وہ) مت لائے (وہ) مت لائیں

(دینا سے)

مذکر و مؤنث - حاضر (تو) مت دے (تم) مت دو
غائب (وہ) مت دے (وہ) مت دیں

(ملونا سے)

مذکر و مؤنث - حاضر (تو) مت ہو (تم) مت ہو
غائب (وہ) مت ہو (وہ) مت ہوں -

استعمال (۱) مت جس طرح ہنی کے آغاز میں آتا ہے اسی طرح بد میں بھی آتا ہے مثلاً
بولو مت -

(۲) کبھی نہیں کہ فعل امر کے بعد لگا کر فعل ہنی بنا لیتے ہیں۔ مثلاً جھگڑو نہیں۔
ہمدرد تم میری حالت مجھ سے کچھ پوچھو نہیں دیکھو جو چہرے کی رنگت مجھ سے کچھ پوچھو نہیں
(۳) کبھی کلام میں فعل کو حذف کر کے صرف نہیں سے فعل ہنی کا کام لیتے ہیں۔ مثلاً کھیلو۔ مگر
صرف نہیں :-

دلم، مصدر پرزہ "اودمت" واقع ہو کر فعل ہنی کا کام دیتے ہیں مثلاً -

میری قبر کو تم نہ مسجد بنانا ! نہ تربت پر میری کبھی سر جھکانا
میری منزلت سے نہ مجھ کو بڑھانا خدا سے نہ سرگز کہیں جا پھڑکانا
کہ مجھ میں نہیں کوئی شانِ خدائی بکشریوں تہاری طرح ایک میں بھی
نوٹ :- مصدر جب امر حاضر یا ہنی کا کام دیتا ہے تو اس کے ساتھ ہمیں فاعلی استعمال
نہیں کرتے اور جب کرتے ہیں تو ضمیر کے ساتھ "نے" علامت فاعل نہیں آتی مثلاً -
یوں ہی گردنار باغِ غالب تو لعلِ بلبل جہاں دیکھنا ان لبتیوں کو تم کہو ریل بندگیں

۳۔ فعل مضارع

بنائیکا عام قاعدہ۔ امر کا صیغہ واحد غائب مضارع کے واحد غائب اور واحد حاضر کا کام دیتا ہے اور صیغہ جمع غائب مضارع کے جمع غائب اور جمع متکلم کا۔ جمع حاضر کا صیغہ بدلتا قائم رہتا ہے۔ اور واحد متکلم کے لئے مادہ مصدر پر فاعل مضمر اور نون غنہ کا اضافہ کیا جاتا ہے اور اگر مادہ مصدر کے آخر میں الف یا واو ہو تو ایک ہمزہ بھی پڑھایا جاتا ہے اور اگر یائے مجہول ہو تو اسے حذف کر دیتے ہیں۔
نوٹ :- ہونا مصدر اس قاعدے سے مستثنیٰ ہے۔

گردانیں (دوران سے فعل مضارع)

واحد	جمع
غائب وہ دوڑے	وہ دوڑیں
حاضر تو دوڑے	تم دوڑو
متکلم میں دوڑوں	ہم دوڑیں

(لانا سے)

غائب وہ لائے	وہ لائیں
حاضر تو لائے	تم لاؤ
متکلم میں لاؤں	ہم لائیں

(ہونا سے)

غائب وہ ہو	وہ ہوں
حاضر تو ہو	تم ہو
متکلم میں ہوں	ہم ہیں

(وینا سے)

جمع

واحد

وہ دیں

غائب وہ دے

تم دو

حاضر تودے

ہم دیں

منتکلم میں دوں

دیگر قواعد (۱) کبھی مادہ مصدر کے پائے جہول یا الف یا واؤ پر ختم ہونے کی صورت میں تقدیر میں بجائے ہمزہ کے واؤ کا اضافہ کرتے تھے۔ مثلاً دینا سے دیوے لینا سے لیوے۔ آنا سے آوے۔ ہونا سے ہووے۔ کھونا سے کھووے۔ ذوق سے آدمیت سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ۔ پست ہمت یہ نہ ہوئے پست قامت ہو تو ہو
ع خدا دیوے تو بندہ کیوں نہ لیوے۔

تقدیر دیوے اگر پاس جفاقت تیرا شعلہ شمع کو صرصر سے نہ ہوا ضحلال
(۲) کبھی مضارع جمع منتکلم کے لئے امر تعظیمی کو بھی استعمال کرتے ہیں مگر اس کے ساتھ ضمیر جمع منتکلم کبھی نہیں لاتے

یہی ہی اصل کتاب ہو جیسے مستفید رک ملے یا نرا ملے درس ملے ادب ملے
آزاد سے قسمت میں جو لکھا ہے سو دیکھا ہے اب تک

اور آگے دیکھئے ابھی کیا کیا ہیں دیکھینے !

غالب سے خاسر انگشت بندناں کہ اسے کیا لکھئے

ناطقہ سر بگربیاں کہ اسے کیا کہئے

نوٹ۔ فعل مضارع کبھی فاعل حال کے معنی دیتا ہے اور کبھی فاعل استقبال کے۔ حال کی مثال ہے

چوٹ دل کو جو لگے آہ رسا پیدا ہو صدرمہ شیشے کو جو چپ تو صدا پیدا ہو

جی جب دل کو چھوٹ لیتی ہے۔ اور وہ رسا پیدا ہوتی ہے اور تیشے کو صدمہ پہنچتا ہے۔ تو صدا پیدا ہوتی ہے۔

مستقبل کی مثال یہ
کشتہ تیغ جدائی ہوں یقیں ہے مجھ کو
عضو سے عضو قیامت کو جدا پیدا ہو
یہی جدا پیدا ہوگا۔

۴۔ فعل مستقبل

بنانے کا قاعدہ۔ مضارع پر گنا بڑھانے سے فعل مستقبل (واحد مذکر) بن جاتا ہے۔ جمع کے صیغوں میں "گے" اور مؤنث کے سب صیغوں میں "گی" بڑھاتے ہیں

گردانیں دوڑنا سے فعل مستقبل

واحد	جمع
وہ دوڑے گا	وہ دوڑیں گے
تو دوڑے گا	تم دوڑو گے
میں دوڑوں گا	ہم دوڑیں گے
وہ دوڑے گی	وہ دوڑیں گی
تو دوڑے گی	تم دوڑو گی
میں دوڑوں گی	ہم دوڑیں گی

نوٹ۔ (۱) لکھنؤ میں عورتیں جمع متکلم کے لئے بھی مذکر صیغہ استعمال کرتی ہیں یعنی بجائے "ہم دوڑیں گی" کے "ہم دوڑیں گے" کہتی ہیں۔ (۲) کبھی مصدر سے بھی فعل مستقبل کے معنی لئے جاتے ہیں۔ یہ صیغہ ہوا کرک تم کو گلشن کی ہوا پر پھر نہ ہم آئیں گے اب کچھ اصطلاح جانتی ہیں

۵۔ فعل حال

بنانے کا عام قاعدہ۔ مادہ مصدر کے بعد تا ہے۔ برطاعت سے فعل حال
 (واحد مذکر غائب) بن جاتا ہے۔ واحد مذکر حاضر کے لئے یہی صورت ہے۔ جمع مذکر
 غائب اور متکلم کے لئے ”تے“ ہیں اور جمع مذکر حاضر کے لئے ”تے“ ہیں اور واحد مذکر
 متکلم کے لئے ”تا“ ہیں۔ برطاعتے ہیں۔ مونث کے صیغوں کے لئے ”تا“ اور ”تے“ کی
 جگہ ”تی“ لگاتے ہیں۔

گروائیں

دوڑتا سے فعل حال

جمع

واحد

وہ دوڑتے ہیں	وہ دوڑتا ہے	غائب
تم دوڑتے ہو	تو دوڑتا ہے	حاضر
ہم دوڑتے ہیں	میں دوڑتا ہوں	متکلم
وہ دوڑتی ہیں	وہ دوڑتی ہے	غائب
تم دوڑتی ہو	تو دوڑتی ہے	حاضر
ہم دوڑتی ہیں	میں دوڑتی ہوں	متکلم

دیگر قواعد: کسی مضارع سے بھی فعل حال بنا لیتے ہیں مثلاً آٹے ہے۔

داندہ خرمن ہے سپن قطرہ ہے دریا ہم کو جاتے ہے۔ ذوق ہے

آٹے ہے جڑ میں نظر کل کا تماشا ہم کو

ادھر وہ بدگانی ہے ادھر یہ نالوائی ہے

نہ پوچھا جائے ہے اس نہ بولا جائے ہے مجھ سے

غالب ہے

مصحفی

سمجھیں ہوں سے ہرہ باز یچہ طفلان
کس کام کا ہے گنبد گردوں میرے آگے

ع متانہ طے کروں ہوں رہِ وادی خیال
مگر آج کل یہ صورت متروک ہے۔

(۲) کبھی مادہ مصدر پر ”رہا ہے“ بڑھا کر بھی فعل حال بنالیتے ہیں اس
کو فعل حال جاری کہتے ہیں۔ دوسرے صیغوں کے لئے تبدیلیاں عام قاعدے
ہی کے مطابق ہوتی ہیں۔

استعمال (۱) فعل حال کبھی مستقبل کے معنی دیتا ہے مثلاً ہم ابھی آتے ہیں
ایسی ہی بے قراری رہی متصل اگر اے شیفتمہ ہم آج نہیں بچتے شب تک
(۲) کبھی ماضی کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً میں گھر سے نکلا تو کیا دیکھتا
ہوں کہ بہت سے آدمی جمع ہیں۔

(۳) کبھی بطریق حکایت مثلاً ”شیخ سعدی فرماتے ہیں۔“

(۴) کبھی اظہار یقین کے لئے مثلاً ”بدی کا انجام بد ہوتا ہے۔“

(۵) عموماً اظہار عادت کے لئے مثلاً وہ پہلے ہاتا ہے پھر کھانا کھاتا ہے۔

۶۔ فعل ماضی

۱۔ ماضی مطلق

بنانے کا قاعدہ :- مادہ مصدر کے بعد الف بڑھانے سے ماضی مطلق (۱) اور
مذکر غائب بن جاتی ہے۔ مثلاً

مصدر	مادہ	ماضی مطلق	مصدر	مادہ	ماضی مطلق
اُٹھا	اُٹھ	اُٹھا	بیٹھا	بیٹھ	بیٹھا
اُٹھا	اُٹھ	اُٹھا	بیٹھا	بیٹھ	بیٹھا

پڑھنا	پڑھ	پڑھا	لکھنا	لکھ	لکھا
سینا	سی	سیا	پینا	پی	پیا
جاننا	جان	جانا	ماننا	مان	مانا
چھوڑنا	چھوڑ	چھوڑا	توڑنا	توڑ	توڑا

لیکن "کرنا" اس قاعدے سے مستثنیٰ ہے۔ اس کی ماضی مطلق "کیا" آتی ہے۔ اگر مادہ مصدر کے آخر میں الف یا واؤ ہو تو بیاڑ بھلتے ہیں مثلاً

مصدر	مادہ	ماضی مطلق	مصدر	مادہ	ماضی مطلق
آنا	آ	آیا	لانا	لا	لایا
پانا	پا	پایا	کھانا	کھا	کھایا
رونا	رو	روی	دھونا	دھو	دھویا
بانا	بنا	بنایا	مٹانا	مٹا	مٹایا
شرانا	شرا	شرایا	سمجھانا	سمجھا	سمجھایا

لیکن "ہونا" کی ماضی مطلق "ہوا" آتی ہے۔

نوٹ :- (۱) "مرنا" سے ماضی مطلق دو طرح پر آتی ہے (۱) مرا اور (۲) مورا لیکن دونوں کا استعمال جبراً جدا ہے۔ مورا عموماً بطریق صفت آتا ہے مثلاً ادھ مورا۔ موٹی مٹی (۲) "جانا" کی ماضی مطلق بروئے قاعدہ "جایا" ہونی چاہئے مگر اس کی جگہ گیا استعمال کرتے ہیں البتہ محاورے میں "جایا" بھی آتا ہے مثلاً تجھ سے وہاں جایا نہیں جاتا۔

جمع مذکر کے صیغوں کے لئے الف کو بیٹے مجہول میں بدل دیتے ہیں اور "یا" کو "ے" میں مؤنث کے صیغوں میں واحد کے لئے بجائے الف کے یا "ے" مسرف اور بجائے "یا" کے "ی" لگاتے ہیں اور جمع کے لئے نون غنہ کا اضافہ کرتے

ہیں۔ لکھنؤ میں عورتیں بھی جمع ہو کر تکلم کرنا شروع کرنا لگی ہیں۔

گر دانیں (دوڑنا سے)

جمع	واحد	
وہ دوڑے	وہ دوڑا	غائب } مذکر
تم دوڑے	تو دوڑا	حاضر } مذکر
ہم دوڑے	ہیں دوڑا	متکلم } مذکر
وہ دوڑیں	وہ دوڑی	غائب } مؤنث
تم دوڑیں	تو دوڑی	حاضر } مؤنث
ہم دوڑیں	میں دوڑی	متکلم } مؤنث

(لانا سے)

وہ لائے	وہ لایا	غائب } مذکر
تم لائے	تو لایا	حاضر } مذکر
ہم لائے	میں لایا	متکلم } مذکر
وہ لائیں	وہ لائی	غائب } مؤنث
تم لائیں	تو لائی	حاضر } مؤنث
ہم لائیں	میں لائی	متکلم } مؤنث

(ہونا سے)

وہ ہوئے	وہ ہوا	غائب } مذکر
تم ہوئے	تو ہوا	حاضر } مذکر
ہم ہوئے	میں ہوا	متکلم } مذکر

مصدر پڑھنا "مفعول" کتاب

جمع

واحد

اُنہوں نے کتاب پڑھی	اُس نے کتاب پڑھی	غائب
تم " " "	تو " " "	حاضر
ہم " " "	ہیں " " "	مشکلم

مصدر پڑھنا "مفعول" کتابیں

اُنہوں نے کتابیں پڑھیں	اُس نے کتابیں پڑھیں	غائب
تم " " "	تو " " "	حاضر
ہم " " "	ہیں " " "	مشکلم

علامت فاعل کا استعمال

اُس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ "نے" کے استعمال پر کچھ دشمنی ڈال دی جائے۔

(۱) عام طور پر متعدی مصدروں کی ماضی مطلق، قریب، بعید اور احتمالی کے فاعل کے ساتھ "نے" آتا ہے۔ مثلاً اُس نے کام کیا۔ میں نے خط لکھا ہے۔ تو نے سبق پڑھا دیا۔ تم نے یہ فقرہ لکھا ہو گا۔ مگر لانا، شرمانا، بچنا اور بھولنا مستثنیٰ ہیں۔ مثلاً میں کتاب لایا۔ وہ اپنی اس حرکت سے شرمایا ہے۔ تم اس سے کیوں بچتے تھے؟ وہ تمہارا نام نہیں بھولے ہوں گے۔

(۲) بعض مصدر لازم بھی ہیں اور متعدی بھی مثلاً جیتنا، مارنا، پکارنا، بولنا، بدلنا، پلٹنا، پڑھنا، سمجھنا جب یہ بطور متعدی استعمال ہوتے ہیں تو ان کی مندرجہ بالا چاروں ماضیوں کے ساتھ "نے" آتا ہے جیسا کہ مثالیں دیکھئے۔
واں مدرسوں کے واسطے چندوں کی ریل پیل یاں یہ سن کوئی متفہم پڑھا نہیں

تم نے یہ جانا گئے ہم تم کو مجھوں
 ہم نے یہ سمجھا کہ تم سمجھے غلط
 اس شرمیں سمجھنا لازم اور متحدی دونوں طرح آیا ہے
 خط میں جب آپ نے تحریر سراسر لپی میں نے جانا میری تقدیر سراسر لپی
 یہاں پلٹنا کی دونوں شکلیں استعمال کی گئی ہیں۔
 (۳) چاہنا کی ان چاروں ماضیوں کے ساتھ "نے" آتا ہے اور
 نہیں بھی آتا۔ مثلاً

ع
 ہم نے چاہا تھا کہ مر جاؤں سو وہ بھی نہ ہوا
 جی چاہا تو آؤں گا نہ چاہا تو نہیں آؤں گا
 (۴) بعض مصادر مزید فیہ کا بھی یہی حال ہے مثلاً ہنس دینا۔ رو دینا۔
 (۱) شبنم نے رو دیا کہ میں اشک چکیدہ ہوں
 گلی ہنس پڑا کہ میں بھی گریباں دیدہ ہوں
 (۲) آج کل جس نے ذرا چھیڑا مجھے رو دیا
 غم کے ماحفوں دل ہتھیلی کا پھینچو لا ہو گیا
 نوٹ :- ان دونوں مصدروں کے ساتھ "نے" کا استعمال نہ کرنا فیصیح ہے
 لیکن جن مصادر مزید فیہ کا دوسرا جز لازم ہو۔ ان کی ان ماضیوں کے ساتھ
 "نے" لکھی نہیں آتا۔ مثلاً میں کتاب بیچ چکا ہوں۔ وہ غلطی کر بیٹھا۔ اسے یہ
 سبق پڑھنا پڑا تھا۔ انہیں تمہارا خط لینا پڑا ہوا گا۔

(۵) جن مصادر مزید فیہ کا دوسرا جز متعدی ہو۔ ان کے ساتھ بالعموم "نے"
 آتا ہے مثلاً اس نے مجھے آلیا ہے۔ تم نے اسے ڈرے کیوں دیا تھا۔ انہوں نے
 چوکور سونے نہ دیا ہو گا۔ ہم نے انہیں کمرے میں جھنسنے نہ دیا۔

(۶) بعض لازم مصدروں کی ان ماضیوں کے ساتھ بھی "نے" آتا ہے
مثلاً ہلنا۔ مورتنا۔ سکننا۔ تھقنا۔
(۷) جب علامتِ فاعل "وہ" جو "اور کون" کے ساتھ آئے تو یہ تینوں
علی الترتیب "اس" "تجس" اور "کس" میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

ماضی مطلق کا استعمال

(۱) ماضی مطلق کبھی فعلِ حال کا بھی کام دیتی ہے مثلاً قلم یہ رہا۔ کہیں
سُرخا بولا۔ پھر آہٹ ہوئی۔ کسی نے پکارا۔ چور وہ رہا۔

خانہ عاریتی میں جو درم بھرتے ہیں
غفل سے مجھ کو نظر آئے وہ انساں خالی

(۲) کبھی مستقبل کے مثلاً تم چلو میں آیا۔ تم آئے اور وہ بھاگا۔ اگر وہ نہ آیا
تو تمہیں اطلاع دے دی جائے گی۔ اگر کوئی کام ہوا تو تمہیں بتا دیں گے۔

ہر و تشنہ لب نہ گھبرانا اب لیا چشمہ بقا تو نے
دل پر درد سے کچھ کام لوں گا اگر فرصت ملی مجھ کو جہاں میں
(۳) کبھی مصدر کے مثلاً

انہٹائے لانگری سے جب نظر آیا نہ میں
ہنس کے وہ کہنے لگے بستر کو جھاڑا چاہیے
(۴) کبھی اسمِ کیفیت کے مثلاً

جو پہلے دن ہی سے دل کا کہا نہ کرتے ہم
نواب یہ لوگوں کی باتیں سنانہ کرتے ہم
(۵) کبھی اسمِ مفعول کے مثلاً اس کا کیا اس کے آگے آیا۔ ہاتھ کا دیا کام

آٹل ہے۔ سب کیا دھرا اکارت گیا۔ حامد بڑھا لکھا آدمی ہے سہ
 جی میں کیا ہے جو بخشوایا آج حالی اپنا کہا سنا تو نے
 (۶) کبھی ماضی بعید کے مثلاً سہ
 کسی نے یہ بقراط سے جا کے پوچھا مرض تیرے نزدیک مہلک ہیں کیا کیا
 (۷) کبھی مکر لاکر بیچ میں کا "یا مکے" زیادہ کر کے اسم فاعل کے معنی لیتے ہیں
 مثلاً سہ
 یہ بوسیدہ گھرب گرا سا گرا ہے ستوں مرکز ثقل سے ہٹ چکا ہے
 (۸) کبھی دعا کے موقع پر ماضی کے آخر میں "ہو" بڑھا لیتے ہیں۔ مثلاً خدا کرے
 کروہ تندرست ہو گیا ہو۔"

۲۔ ماضی قریب

بنانے کا قاعدہ

ماضی مطلق پر ہے "بڑھانے سے ماضی قریب (واحد مذکر غائب اور
 واحد مذکر حاضر) بن جاتی ہے۔ جمع مذکر غائب اور جمع متکلم کے لئے "ہیں" جمع
 مذکر حاضر کے لئے "ہو" اور واحد مذکر متکلم کے لئے "ہوں" بڑھاتے ہیں۔
 مونث کے صیغوں کے لئے پہلے جُز یعنی ماضی مطلق میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی
 صرف شذریہ بالا علامتیں بڑھالی جاتی ہیں۔
 "تے" علامت فاعل آجائے تو تبدیلیاں اپنی قواعد کے مطابق ہوتی
 ہیں۔ جن کا ذکر ماضی مطلق کے بیان میں آچکا ہے۔

گردانیں

(دوڑنا سے)

صح	واحد	غائب
وہ دوڑے ہیں	وہ دوڑا ہے	غائب
تم دوڑے ہو	تو دوڑا ہے	حاضر
ہم دوڑے ہیں	میں دوڑا ہوں	متکلم
وہ دوڑی ہیں	وہ دوڑی ہے	غائب
تم دوڑی ہو	تو دوڑی ہے	حاضر
ہم دوڑی ہیں	میں دوڑی ہوں	متکلم
استعمال		

۱) کبھی ماضی قریب ماضی بعید کے معنی دیتی ہے مثلاً داناؤں نے کہا ہے ۔
۲) قدما جمع مونث کے فعلوں کو ان کے ساتھ استعمال کرتے تھے مثلاً

سن فصل گل خوشی ہو گلشن میں آئیاں ہیں
کیا بلبلوں نے دھیمو دھو میں بچائیاں ہیں

مگر آج کل یہ اضافہ متروک ہے ۔

۳۔ ماضی بعید

بنانے کا تعلق

ماضی مطلق کے صیغہ واحد مذکر پر تھا اور جمع مذکر پر تھے ”بڑھانے سے

ماضی بعید بن جاتی ہے۔ واحد مؤنث کے لئے "تھنی" اور جمع مؤنث کے لئے "تھیں" بڑھاتے ہیں مگر پہلے جز یعنی ماضی مطلق میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔
 "نے" آجائے تو تبدیلیاں اسی طرح ہوں گی۔ جس طرح ماضی مطلق کے ذکر میں بیان کی گئی ہیں۔

گردائیں (دوڑنا سے)

واحد	جمع
وہ دوڑا تھا	وہ دوڑے تھے
تو " "	تم " "
میں " "	ہم " "
وہ دوڑی تھی	وہ دوڑی تھیں
تو " "	تم " "
میں " "	ہم " "

نوٹ :- بعض اوقات ماضی بعید استعمال کی جاتی ہے لیکن زمانہ قریب سمجھنا ہوتا ہے۔ مثلاً "میں نے ابھی میز پر کتاب رکھی تھی۔ وہ ابھی ابھی یہاں آیا تھا۔"

ماضی شکی یا احتمالی

بنانے کا قاعدہ

ماضی مطلق کے صیغہ ہائے واحد مذکر غائب اور حاضر پر ہوگا بڑھانے سے

ماضی شکی یا احتمالی بن جاتی ہے۔ واحد مشکلم پر ہوں گا۔ جمع غائب اور مشکلم پر ہوں گے اور جمع حاضر پر ہوں گے بڑھاتے ہیں۔
 مونث کے صیغوں کے لئے پہلے جزمیں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ دوسرے جزمیں کا اور گے کو گی میں بدل دیتے ہیں۔
 ”نے“ کیساتھ تبدیلیوں کے وہی قاعدے ہیں جو ماضی مُطلق کے ذکر میں بیان ہوئے۔

گردانیں (دوڑنا سے)

جمع	واحد	غائب	مذکر
وہ دوڑے ہوں گے	وہ دوڑا ہوگا	غائب	مذکر
تم دوڑے ہو گے	تو دوڑا ہوگا	حاضر	مذکر
ہم دوڑے ہوں گے	ہم دوڑا ہوں گا	مشکلم	مذکر
وہ دوڑی ہوں گی	وہ دوڑی ہوگی	غائب	مونث
تم دوڑی ہو گی	تو دوڑی ہوگی	حاضر	مونث
ہم دوڑی ہوں گی	ہم دوڑی ہوں گی	مشکلم	مونث

۵۔ ماضی شرطی یا تمنائی بنانے کے قاعدے

اس کے بنانے کے تین قاعدے ہیں۔
 (۱) ملوہ مصدر پر واحد مذکر کے لئے ”گا“ بڑھاتے ہیں۔ اور جمع مذکر کے لئے

لے "واحد مونث کے لئے" اور جمع مونث کے لئے نہیں
 (۲) ماضی مطلق پر ہونا "بڑھانے" ہیں اور جمع مذکر کے لئے ہوتے "واحد
 مونث کے لئے ہوتی" اور جمع مونث کے لئے ہوتیں
 (۳) ماضی شکی نے کہا "گئے" اور "گی" کو حذف کر دیتے ہیں۔
 نوٹ :- پہلی صورت میں فاعل کے ساتھ "نے" نہیں آتا۔ دوسری اور تیسری
 صورت میں آتا ہے۔ تبدیلیوں کے وہی قواعد ہیں جو ماضی مطلق کے حال میں مذکور
 ہوئے۔

گردانیں

ردوڑنا سے بطریق اول

واحد	جمع	
وہ دوڑتا	وہ دوڑتے	غائب
تو "	تم "	مذکر حاضر
ہیں "	ہم "	مؤنث حاضر
وہ دوڑتی	وہ دوڑتیں	غائب
تو "	تم "	مذکر حاضر
ہیں "	ہم "	مؤنث حاضر

بطریق دوم

واحد	جمع	
وہ دوڑتا ہوتا	وہ دوڑتے ہوتے	غائب
تو "	تم "	مذکر حاضر
ہیں "	ہم "	مؤنث حاضر

واحد	جمع
غائب وہ دوڑتی تھی	وہ دوڑتی تھیں
حاضر تو " "	تم " "
متکلم میں " "	ہم " "

بحثِ مجہول

مصدرِ مجہول دو طرح کے ہوتے ہیں اول معنوی۔ دوم جعلی مجہول معنوی وہ ہوتے ہیں جو خاص طور پر معنی مجہول کے لئے وضع کئے گئے ہوں مثلاً بیٹنا۔ بیٹنا۔ بکنا۔ بچنا۔ سبنا۔ کٹنا۔ کٹنا۔ بھٹنا۔ لٹنا۔ چھٹنا۔ رچنا۔ پکنا گھلنا۔ گھلنا۔ گھٹنا۔ تلنا۔ سلنا۔ بھٹنا۔ بچنا۔ لگنا وغیرہ مجہولِ جعلی وہ ہے جو متعدی صروف سے بنایا گیا ہو۔

قائدہ۔ جس مصدر کو مجہول میں بدلنا چاہیں اس کی ماضی مطلق پر "جانا" لگا دیتے ہیں مثلاً لایا جانا۔ پایا جانا۔ کھایا جانا۔ دیا جانا۔ لیا جانا۔ ریا جانا۔ پیا جانا۔ کھو یا جانا۔ دھو یا جانا۔ لکھا جانا۔ پڑھا جانا۔

جلی اندالقیاس اگر کسی فعلِ صرغ کو مجہول میں بدلنا منظور ہو۔ تو اس کی ماضی مطلق کے ساتھ "جانا" مصدرِ سماوی فعل اور صیغہ لگا دیا جاتا ہے اور اس ماضی مطلق اور "جانا" کے مشتقات کی باہم مطابقت رہتی ہے۔ مثلاً وہ پالا گیا۔ وہ پالے گئے۔ البتہ اگر کسی ماضی کو مجہول میں بدلنا ہو تو اس کے صیغہ کے صیغوں میں ماضی مطلق ہمیشہ واحد رہتی ہے اور بصورتِ ضرورت علامتِ جمع صرغ "جانا" کے افعال پر لگاتے ہیں۔ مثلاً وہ پالی گئی۔ وہ پالی گئیں۔

نوٹ :- فعل امر اور ہی میں حاضر کے صیغوں کو مجہول میں نہیں بدلا جاتا۔

لانا مصدر سے مجہول کی گردانیں

امر

واحد غائب	جمع غائب
مذکر :- وہ لایا جائے	وہ لائے جائیں
مؤنث :- وہ لائی جائے	وہ لائی جائیں

نہی

مذکر :- وہ مت لایا جائے	وہ مت لائے جائیں
مؤنث :- وہ مت لائی جائے	وہ مت لائی جائیں

مضارع

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر
مذکر :- وہ لایا جائے	وہ لائے جائیں	تم لائے جاؤ	میں لایا جاؤں
مؤنث :- وہ لائی جائے	وہ لائی جائیں	تم لائی جاؤ	میں لائی جاؤں

مستقبل

مذکر :- وہ لایا جائیگا	وہ لائے جائیں گے	تم لایا جائیگا	میں لایا جاؤں گا
مؤنث :- وہ لائی جائیگی	وہ لائی جائیں گی	تم لائی جائیگی	میں لائی جاؤں گی

حال

واحد غائب جمع غائب واحد حاضر جمع حاضر واحد متکلم جمع متکلم
 مذکر۔ وہ لایا جاتا ہے وہ لائے جائیں تو لایا جاتا ہے تم لائے جاؤ میں لایا جاتا ہوں ہم لائے جاتے ہیں
 مؤنث۔ وہ لائی جاتی ہے وہ لائی جاتی ہیں تو لائی جاتی ہے تم لائی جاتی ہو میں لائی جاتی ہوں ہم لائی جاتی ہیں

ماضی مطلق

مذکر۔ وہ لایا گیا وہ لائے گئے تو لایا گیا تم لائے گئے میں لایا گیا ہم لائے گئے
 مؤنث۔ وہ لائی گئی وہ لائی گئیں تو لائی گئی تم لائی گئیں میں لائی گئی ہم لائی گئیں

ماضی قریب

مذکر۔ وہ لایا گیا ہے وہ لائے گئے ہیں تو لایا گیا ہے تم لائے گئے ہو میں لایا گیا ہوں ہم لائے گئے ہیں
 مؤنث۔ وہ لائی گئی ہے وہ لائی گئی ہیں تو لائی گئی ہے تم لائی گئی ہو میں لائی گئی ہوں ہم لائی گئی ہیں

ماضی بعید

مذکر۔ وہ لایا گیا تھا وہ لائے گئے تھے تو لایا گیا تھا تم لائے گئے تھے میں لایا گیا تھا ہم لائے گئے تھے
 مؤنث۔ وہ لائی گئی تھی وہ لائی گئی تھیں تو لائی گئی تھی تم لائی گئی تھیں میں لائی گئی تھی ہم لائی گئی تھیں

ماضی شکی

مذکر۔ وہ لایا گیا ہوگا وہ لائے گئے ہونگے تو لایا گیا ہوگا تم لائے گئے ہوگے میں لایا گیا ہوگا ہم لائے گئے ہونگے
 مؤنث۔ وہ لائی گئی ہوگی وہ لائی گئی ہونگی تو لائی گئی ہوگی تم لائی گئی ہونگی میں لائی گئی ہوگی ہم لائی گئی ہونگی

ماضی شرطی

مذکر۔ وہ لایا جاتا وہ لائے جاتے تو لایا جاتا تم لائے جاتے میں لایا جاتا ہم لائے جاتے
 مؤنث۔ وہ لائی جاتی وہ لائی جاتی تو لائی جاتی تم لائی جاتی میں لائی جاتی ہم لائی جاتی

دوسری صورت

واحد غائب جمع غائب واحد حاضر جمع حاضر واحد متکلم جمع متکلم
 مذکر - وہ لایا گیا ہوتا وہ لائے گئے ہوتے تو لایا گیا ہوتا تم لائے گئے ہوتے میں لایا گیا ہوتا ہم لائے گئے ہوتے
 مؤنث - وہ لائی گئی ہوتی وہ لائی گئی ہوتیں تو لائی گئی ہوتی تم لائی گئی ہوتیں میں لائی گئی ہوتی ہم لائی گئی ہوتیں

تیسری صورت

مذکر - وہ لایا گیا ہو وہ لائے گئے ہوں تو لایا گیا ہو تم لائے گئے ہو میں لایا گیا ہوں ہم لائے گئے ہیں
 مؤنث - وہ لائی گئی ہو وہ لائی گئی ہوں تو لائی گئی ہو تم لائی گئی ہو میں لائی گئی ہوں ہم لائی گئی ہیں

ماضی استمراری

مذکر - وہ لایا جاتا تھا وہ لائے جاتے تھے تو لایا جاتا تھا تم لائے جاتے تھے میں لایا جاتا ہوں ہم لائے جاتے تھے
 مؤنث - وہ لائی جاتی تھی وہ لائی جاتی تھیں تو لائی جاتی تھی تم لائی جاتی تھیں میں لائی جاتی تھی ہم لائی جاتی تھیں

بحث نفی

جس فعل میں اظہار نفی مقصود ہو یعنی کام کا نہ کرنا نہ ہونا یا نہ سہنا ظاہر کرنا چاہیں
 تو فعل سے پہلے نہ یا نہیں لگا دیتے ہیں مثلاً وہ نہ آتا - ہم نہ آئیں - تم نہیں آئے
 وہ نہیں گئی ہوں گی - میں نے خط نہیں لکھا تھا -

”نہ“ اور ”نہیں“ کے استعمال میں فرق ہے۔ بالعموم ماضی شرطی اور فعل مضارع
 کے ساتھ ”نہ“ استعمال ہے اور باقی فعلوں کے ساتھ ”نہیں“ ہے۔

نہ تھا کچھ تو خدا تھا اور نہ ہوتا تو خدا ہوتا بلو یا مجھ کو ہونے نہ ہونے میں تو کیا ہوتا

لیکن کبھی اس کے خلاف بھی جوتا ہے مثلاً
 نہ ہو میرا نہ ہو میرا اندازہ نصیب
 ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا
 امر کو جب مجھنی نفی برتا جاتا ہے تو اس کو بھی کہتے ہیں۔ لہذا امر اور نفی دونوں
 نفی کی بحث سے خارج ہیں۔

کبھی نہ "زائد بھی آتا ہے۔ مثلاً۔ تم وہاں جاؤ نہ۔ اب ذرا کھیل لو نہ سے
 کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
 آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہِ طور کی
 لیکن آج کل اس زائد نہ "کو "نا" لکھتے ہیں۔

ماضی قریب اور فعل حال کے ساتھ جیا نہیں آتا ہے تو ہے "اور اس
 کی دوسری صورتوں کو کبھی حذف بھی کر دیتے ہیں مثلاً وہ ابھی تک نہیں آیا۔ وہ
 آج یہاں نہیں آتا۔ تم وہاں کیوں نہیں گئے۔ میں نہیں پڑھتا۔
 کوئی امیر بر نہیں آتی کوئی صورت نظر نہیں آتی
 محاورے میں کبھی فعل مثبت بھی منفی کا کام دیتا ہے
 میں بھی ہوں حسنِ طبع پر مغرور
 مجھ سے اطمینان کے ان کے نادر ضرور

کبھی الفاظ کیا "کب" "کس" اور "تھوڑا ہی" بھی نفی کے لئے آتے ہیں
 مثلاً مجھے کیا خبر میں نے کب کہا تھا۔ کس نے تم سے رقم لی۔ میں انہیں تھوڑا
 سی بابا۔ تھا۔

نہیں اوقات (خصوصاً نظم میں) نہ "اور نہیں" فعل کے بعد بھی آتے ہیں
 مثلاً۔ میں اس کی راہ دیکھتا رہا۔ لیکن وہ یا ہی نہیں "نظم کی شالیں بھی دیکھئے۔

جی چراتے تھے نہ کرو بات عالم سے کبھی اور خلافت چرب و دراق نہ گبراتے تھے ہم
 خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر
 نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر
 عجب نہیں کہ رہے ٹیک بد میں کچھ نہ تمیز
 کہ جبریدی ہے وہ سانچے میں ڈھلتی جاتی ہے
 جیتے چہ نہ فراغت کی توقع ناداں
 قید سستی میں مری جان فراغت کیسی ؟

فعل معطوف

فعل معطوف وہ فعلوں سے مل کر بنتا ہے۔ پہلا معطوف علیہ کہلاتا ہے۔ دوسرا
 معطوف۔

اس کی دو شکلیں ہیں۔

اول :- معطوف علیہ بہ شکل امر موتا ہے۔ اور دونوں فعلوں کے درمیان لفظ

”مگر“ آتا ہے۔ مثلاً میں کھانا کھا کر سو گیا۔

ہاں دلیران وطن دھاک بٹھا کر آنا

کبھی رباخصویں نظم میں ”کر“ کو ”کے“ میں بدل دیتے ہیں مثلاً

کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راجے خبر

کبھی معطوف علیہ مکرر آتا ہے مثلاً

کھا کھا کے اوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا

نظامونیوں سے دامن صحرا بھرا ہوا

کبھی ”کر“ یا ”کے“ کو حذف بھی کر دیتے ہیں مثلاً

وہ عجائب اب نظر آتے ہیں

دیکھ پہلے جن کو رہ جاتے تھے دنگ

نوٹ :- جو معطوف علیہ بظاہر معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا عمل وہی ہوتا ہے جو معطوف کا یعنی اگر دوسرا فعل ماضی یا مضارع یا حال یا مستقبل یا امر یا نہی ہو تو پہلا فعل بھی وہی کام دے گا یا یوں سمجھ لیجئے کہ پہلا فعل دوسرے فعل کے تابعی ہوتا ہے۔

دوم :- ماضی شرطی کے صیغہ جمع مذکر پر ہی "کا" اضافہ کر لیتے ہیں لیکن اس قسم کا فعل معطوف ایسے موقعوں پر استعمال کیا جاتا ہے جہاں ایک کام کے وقوع میں آتے ہی دوسرے کام کا وقوع میں آنا دکھانے کی ضرورت ہو مثلاً

ع
سر منڈاتے ہی پڑ گئے اولے

امدادی افعال

امدادی افعال سے کلام میں زور اور لطافت پیدا ہوتی ہے۔ ان کی مدد سے اردو میں بے شمار محاورے بھی بنائے گئے ہیں۔ ان میں سے بعض فعل کی تکمیل یا اختتام کو بعض آغاز کو۔ بعض تاکید کو۔ بعض تشدد کو۔ بعض قربت۔ بعض امکان کو۔ اور بعض جاری رہنے کو ظاہر کرتے ہیں۔

ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو تنہا بھی استعمال ہوتے ہیں لیکن مختلف معنوں میں اور بعض ایسے ہیں جو تنہا کبھی استعمال نہیں ہوتے مثلاً "سکنا" کے مشتقات بجز بعض ایسے ہیں کہ بظاہر مشتق معلوم ہوتے ہیں لیکن جو مصدرون سے ان کا اشتقاق معلوم ہوتا ہے۔ ان کے معنوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتے

مثلاً چاہنا کے بعض مشتقات ۔ وہ مصدر جن سے امدادی افعال بنتے ہیں ۔
 حسب ذیل ہیں :-

سکنا ۔ ہونا ۔ آنا ۔ جانا ۔ اٹھنا ۔ بیٹھنا ۔ پڑنا ۔ چکنا ۔ لگنا ۔ رہنا ۔ نکلنا
 لینا ۔ دینا ۔ کرنا ۔ پانا ۔ رکھنا ۔ چھوڑنا ۔ ڈالنا ۔ چاہنا ۔
 اب ہر ایک کی مفصل کیفیت دیکھیے ۔

۱۔ سکنا ۔ یہ مصدر محض دوسروں کی امداد کے لئے وضع ہوا ہے ۔ اکیلا کچھ
 معنی نہیں دیتا ۔ اس کو قابلیت یا اجازت کے لئے استعمال کرتے ہیں
 مثلاً میں یہ کتاب پڑھ سکتا ہوں ۔ تم اب جا سکتے ہو ۔

۲۔ ہونا ۔ یہ مصدر بہت کام ملبہ ہے ۔ ماضی احتمالی تو اس کے بغیر بن ہی نہیں
 سکتی اور ماضی شرطی کی بھی دو صورتیں اسی سے بنتی ہیں ۔
 ۳۔ آنا ۔ اکثر تکمیل و تاکید کے لئے آتا ہے مثلاً بن آنا ۔ ابھر آنا ۔ اُگ آنا
 کبھی سکنا کے معنی بھی دیتا ہے مثلاً ۵

ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے

ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی بھی صورت کو بنگاڑ

۴۔ جانا ۔ اس سے تکمیل و تاکید ظاہر ہوتی ہے مثلاً کھا جانا ۔ بیٹھ جانا ۔ سو جانا

بیٹ جانا ۔ کبھی یہ سکنا کے معنی دیتا ہے مثلاً مجھ سے چلا نہیں جاتا ۔

کبھی عادت یا جاری رہنے کے مثلاً ۵

نا اُمیدی مٹا دے جاتی ہے

شوق نقشہ جھاٹے جاتا ہے

۵۔ اٹھنا ۔ اس سے دوسرے فعلوں میں تیزی پیدا ہوتی ہے مثلاً جاگ

اٹھنا ۔ بول اٹھنا ۔ چیخ اٹھنا ۔ چلا اٹھنا ۔ پھڑک اٹھنا ۔ ۔

۶۔ بیٹھنا: کبھی اس سے تکمیل اور کبھی بلا ارادہ فعل سرزد ہونے کے معنی لئے جاتے ہیں مثلاً گر بیٹھنا۔ کہہ بیٹھنا۔ اے بیٹھنا۔ اڑ بیٹھنا۔

۷۔ پڑنا: کبھی تکمیل اور کبھی دفعۃً وقوع میں آنے کو ظاہر کرتا ہے مثلاً گر پڑنا لڑ پڑنا۔ برس پڑنا۔ کبھی مجبوری کو۔ مثلاً مجھے وہاں جانا پڑا۔ تمہیں یہاں آنا پڑے گا۔

۸۔ چکنا: تکمیل کے معنی دیتا ہے مثلاً جب لکھ چکو تو میرے پاس آنا۔ کام ہو چکا۔ کبھی اس سے نفی کے معنی پیدا کئے جاتے ہیں مثلاً "بس تم پڑھ چکے" یعنی "اب نہیں پڑھو گے"۔

۹۔ لگنا: کبھی اس سے شروع کرنے کے معنی لئے جاتے ہیں۔ مثلاً لگے

کروں ذکر میں خوش بیانی کا کیوں کر

وہ بولا تو منہ سے لگے پھول جھڑنے

اور کبھی کسی فعل کے غیر متوقع طور پر واقع ہونے کے مثلاً اسٹپ آگئی۔ پتھر جا لگا۔

۱۰۔ رہنا: جاری رہنے اور عادت کے معنی دیتا ہے اور قریب قریب ہر فعل کے

ساتھ استعمال ہو سکتا ہے مثلاً کھڑا رہا۔ آتے رہیں گے۔ نکھتے رہتے ہیں

پڑھتے رہو۔ کبھی غیر معمولی تاخیر ظاہر کرتا ہے مثلاً وہ وہاں جا کر بیٹھ رہا۔

تم تو وہیں کے ہو رہے۔ کبھی تلف ہو جانا۔ مثلاً اس کے ہوش جاتے رہے

میرا قلم جاتا رہا۔ کبھی تکمیل مثلاً ہم اسے مناکر رہیں گے۔ میں تمہیں اٹھا

کر رہوں گا۔

۱۱۔ لکنا: عموماً حالت سکون سے دفعۃً حرکت میں آنے کے معنی دیتا ہے اور

صرف لازم مصدروں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے مثلاً نہ لکنا۔ چل نہ لکنا۔ پھوٹ نہ لکنا۔

۱۲۔ لیٹنا۔ تاکیدیہ میں کے لئے استعمال کرتے ہیں مثلاً پی لیٹا۔ کر لیٹا۔ رکھ لیٹا۔ تم لیٹنا۔

۱۳۔ دینا۔ کبھی جبر سے اور کبھی اجازت کے طور پر تجیل فعل کے لئے آتا ہے مثلاً
بٹا دینا۔ نکال دینا۔ پھینک دینا۔ آنے دینا۔ جانے دینا۔

نوٹ۔ لیٹنا میں اپنا نام نہ منظور ہوتا ہے اور دینا میں دوسرے کا مثلاً میں
نے سمجھا لیا ہے۔ میں نے اسے سمجھا دیا ہے۔

۱۴۔ کرنا۔ کبھی فعل کو جاری رکھنے کے لئے استعمال کرتے ہیں مثلاً تم جایا کرو۔ وہ
آیا کرے۔ وہ لگاڑا کیا۔ میں سنوارا کیا

اور کبھی عادت ظاہر کرنے کے لئے مثلاً یہاں جولائی میں مہینہ برستا ہے۔ وہ
کہا کرتے تھے۔

۱۵۔ پانا۔ کبھی سکنا کے معنی دیتا ہے مثلاً وہ میرے سامنے بولنے نہ پایا۔
کوئی دواں مٹھرنے نہیں پاتا۔ اور کبھی تاکید کے لئے مثلاً وہ جانے نہ
پائے۔ لڑکے بولنے نہ پائیں۔

۱۶۔ رکھنا۔ کبھی جبر کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً اس نے سچا رکھا ہے تم
نے دبا رکھا ہے کبھی پہلے سے تیار کر لینے کے معنوں میں مثلاً کہہ رکھا
ہے۔ بتا رکھوں گا۔

۱۷۔ چھوڑنا۔ انہیں معنوں میں آتا ہے جن میں ”رکھنا“ مثلاً بٹھا چھوڑا
ہے۔ سمجھا چھوڑا تھا۔ تم یہ کتاب پڑھ چھوڑو۔ اس سے کہہ چھوڑنا
یہ کام کر چھوڑنا۔

۱۸۔ ڈالنا۔ اس سے زور پیدا کیا جاتا ہے مثلاً یہ کتاب پڑھ ڈالو۔ اس
نے اس کپڑے کو مسل ڈالا۔ اس درخت کی ریہ شاخیں کاٹ ڈالنا
اس کو ابھی چیر ڈالو۔

۱۹۔ چاہنا۔ ارادے اور خواہش کے معنوں میں اس مصدر کے قریب قریب تمام مشتقات دوسرے مصدروں کے ساتھ استعمال ہو سکتے ہیں مثلاً میں نے جانا چاہا۔ وہ بھی کام کرنا چاہتا ہے۔ کیا تم اب جانا چاہو گے؟ لیکن چاہئے اس کا ایک ایسا مشتق ہے جو بعض صورتوں میں اپنے مصدر سے بجا معنی بہت دور چلا جاتا ہے مثلاً یوں نہیں چاہیئے۔ چاہیئے تو یوں ہی تھا ہے

اب جیسے اک صحن سے ہنستے تھے تو ہنس لئے پر اس طرح ہر ایک سے ٹھٹھاہ چاہیئے کبھی ماضی کے بعد آکر مضارع کے معنی دیتا ہے مثلاً ہے لگ لگئی چپ حاکمی رنجور کو حال اس کا کس سے پوچھا چاہیئے کبھی ماضی کے بعد آکر امر کے معنی دیتا ہے مثلاً ہے منحصر مرنے پہ ہو جس کی اُمید نا اُمید سی اس کی دکھا چاہیئے لیکن ماضی کے ساتھ اس کا الحاق عام نہیں رہا۔ کبھی مصدر کے ساتھ مل کر بھی امر کے معنی دیتا ہے مثلاً اسے وہاں جانا چاہیئے۔

کبھی ”درکار“ کے معنوں میں آتا ہے مثلاً ص وہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیئے کبھی نظم میں چاہیئے کے ساتھ ”ہے“ بھی آ جاتا ہے مثلاً ہے حشر کو کوئی وسیلہ نہیں اس سے بہتر اے ظفر دوستی آل نبی چاہیئے ہے ”چاہیئے“ جمع میں چاہیں ہو جاتا ہے مثلاً ص نیک باتیں تم کو کرنی چاہیں

امتحانی سوالات

- ۱- حروف شمسی اندھیری کی وجہ تسمیہ بتائیے اور پانچ پانچ مثالیں دیجئے۔
- ۲- ماضی کی کتنی قسمیں ہیں؟ ہر ایک کی تعریف مع امثلہ بیان کیجئے۔
- ۳- مندرجہ ذیل الفاظ کے صرفی نام بتائیے۔
- ۴- نقل نقل نقل - چہتر چاقو - گئی - صبح - بیانی - جہنا - تھکاوٹ - پھیری دالا - باہمی فرق بتائیے۔
- ۵- فاعل و اسم فاعل مفعول و اسم مفعول - اسم ضمیر و اسم اشارہ - اسم فاعل و صفت مشتبہ - اسم عدد و صفت عددی - مذکر کے مونث اور مونث کے مذکر بتائیے۔
- ۶- ہندو - درزی - بہو - غلام - رائے - جوڑو - پنڈت - کچھڑا - شیخ - فرنگی - مذکر اور مونث الگ الگ کیجئے۔
- ۷- مبین - کوٹ - عوش - فرش - جمیلہ - خلاصہ - تقاضا - تماشا - ایذا - احسان - واحد کے جمع اور جمع کے واحد بتائیے۔
- ۸- چڑیا - گھٹا - نماز - اعمال - عیوب - امرا - جاہل - ہندو - امر - علوم - واحد اور جمع الگ الگ کیجئے۔
- ۹- اصول - ابالی - احکام - اطباء - تصاویر - موقع - تختے - لوگ - وجہ - رسم - حروف - تہجی - اردو میں کتنے ہیں؟ لیکن کن زبانوں سے آئے ہیں؟ ب کو ترتیب وار لکھیے۔
- ۱۰- مندرجہ ذیل کی تعریفیں مع امثلہ بیان کیجئے۔ ہائے ملفوظی - ہائے تختی - ہائے غلطی

- یائے معروضہ یا بے مہول۔ لون غتہ۔ مالہ۔ ادغام۔ اشتقاق۔ مترادف۔
- ۱۱۔ حروف علت سے کیا مراد ہے؟ ہر کون کون سے حرف ہیں اور کن کن صورتوں میں بطور حرف صحیح استعمال ہوتے ہیں؟
- ۱۲۔ جملی مصدر بنانے کے کچھ قاعدے بیان کیجئے۔
- ۱۳۔ لازم اور متعدی افعال کی تصریفیں مع امثلہ بتائیے۔
- ۱۴۔ فعل مجہول کسے کہتے ہیں اور مفعول مالم لمیسی فاعلہ سے کیا مراد ہے۔ مصدر کو اگر مجہول بنانا ہو تو کیا قاعدہ ہے شالوں سے واضح کیجئے؟
- ۱۵۔ مندرجہ ذیل سے حاصل مصدر بنائیے۔
- چکنا۔ ترپنا۔ ملنا۔ بکنا۔ رونا۔ پڑھنا۔ بیٹنا۔ دوڑنا۔ جھگڑنا۔
- ۱۶۔ تسکین۔ تشدید۔ تعریف۔ تفریس اور تارید کی دودو مثالیں بیان کیجئے۔
- ۱۷۔ ماضی شرطی بنانے کے تینوں قاعدے مع امثلہ بتائیے۔
- ۱۸۔ اشارہ و اشار الیہ اور ضمیر و مرجع کی تصریفیں کیجئے اور وضاحت کیلئے دودو مثالیں دیجئے۔
- ۱۹۔ اسم صمیمہ کی چار حالتیں کون سی ہیں جواب میں مثالیں بھی دینی چاہئیں۔
- ۲۰۔ مندرجہ ذیل الفاظ کو فقرہ میں اس طرح استعمال کیجئے کہ ان کی تذکیر و تانیث معلوم ہو سکے۔ نکرہ۔ قلم۔ تفریر۔ تعوید۔ ناک۔ گود۔ روح۔ آواز۔ ہوش۔
- لبلی۔
- ۲۱۔ اسم علم کی قسمیں بتائیے اور ہر ایک کی تصریف مع امثلہ بیان کیجئے۔
- ۲۲۔ مندرجہ ذیل سے صفات نسبتی بنائیے۔
- دہلی۔ لاہور۔ دریا۔ ارض بلی۔ بنی۔ صفرا۔ سودا۔ قلب۔
- ۲۳۔ مصدر کبھی کبھی امر کا بھی کام دیتا ہے پانچ فقرے ایسے بنائیے جن سے یہ بات واضح ہو جائے۔

- ۲۴۔ اسم فاعل تیا سی اور ساعی کافروں کے ساتھ سمجھائیے۔
- ۲۵۔ ”چاہیئے“ کو مختلف معنوں میں استعمال کر کے دکھائیے۔
- ۲۶۔ اسم معاوضہ بنانے کے کچھ قاعدے مع امثلہ بیان کیجئے۔
- ۲۷۔ فعل معطوف کی تعریف کیجئے اور پانچ مثالیں دیجئے۔
- ۲۸۔ فعل مضارع اور فعل امر میں کون کون سے صیغے مشترک ہیں۔
- ۲۹۔ حروف عاملہ سے کیا مراد ہے؟ پانچ حروف عاملہ کو جملوں میں استعمال کر کے دکھائیے۔
- ۳۰۔ اسم حالیہ بنانے کے قاعدے مع امثلہ لکھیے۔
- ۳۱۔ اسم تعصیل اور اسم مبالغہ میں کیا فرق ہے؟ مثالیں دے کر سمجھائیے۔
- ۳۲۔ مولوی فتح محمد خاں مصنف ”مصابیح القواعد“ کے حالات زندگی مختصراً بیان کیجئے۔
- ۳۳۔ ”مصابیح القواعد“ پر اپنے خیالات کا اظہار دس بارہ سطروں میں کیجئے۔
- ۳۴۔ مصنف کتاب نے دیا چے میں عام بچائیوں کی اُردو کے کچھ نمونے بیان کئے ہیں؟ آپ اس سلسلے میں مزید مثالیں دے کر اس بیان کی تکمیل کیجئے۔
- ۳۵۔ رھہ۔ لڑھہ۔ لہہ۔ مھہ۔ بھہ کا استعمال سمجھانے کے لئے دو دو لفظ پیش کیجئے۔
- ۳۶۔ ان الفاظ کی صیح شکل مع اقواب لکھیئے جن کی حرکات و سببہ درج ذیل ہیں۔
(۱) عربی میں یہ لفظ ش منقوط اور مفتوح۔ ن اور ق مفتوح اور مقصور۔
مثلاً فتاویٰ ساکن سے ہے۔
- (۲) اصل میں حائے مہملہ مفتوح۔ رائے مہملہ مفتوح۔ کا ن عربی مفتوح اور تائے قرشت ساکن سے ہے۔
- ۳۷۔ تنوین کی تعریف مع امثلہ بیان کیجئے۔
- ۳۸۔ واؤ معدول کی تعریف کم سے کم پانچ مثالوں کے ساتھ لکھیے۔
- ۳۹۔ نہ۔ مت اور نہیں کا استعمال مع امثلہ بیان کیجئے۔

۴۰۔ مندرجہ ذیل ہندی علامتوں سے دو دو صفت مشبہ بنائیے۔

ا۔ اُن۔ ک۔ ن۔ ر۔ بن۔

۴۱۔ اُم جمع سے کیا مراد ہے۔ کم از کم پانچ مثالیں لکھیے۔

۴۲۔ عربی کے دس اُم فاعل ایسے بتائیے جو اردو میں بکثرت مستعمل ہوں۔

۴۳۔ اُم معاوضہ اور اُم کیفیت کا یا سہی فرق مثالوں سے واضح کیجیے۔

۴۴۔ پانچ مثالیں ایسی دیجئے جن سے ایک ہی فعل کے ناقص اور تام ہونے کا ثبوت ہم پہنچے۔

۴۵۔ پینا۔ سینا۔ لینا۔ دینا اور کرنا سے تفسیمی امر بنائیے۔

۴۶۔ ”لکھنا“ سے فعل حال مثبت، ماضی اور فعل مستقبل منفی مجہول بنا کر گروہ بنیں لکھیے۔

۴۷۔ ”سکنا“ کے مشتقات کو بطور امدادی افعال استعمال کر کے ”پڑھنا“ مصدر سے

ماضی مطلق، فعل حال، فعل مستقبل، ماضی قریب اور ماضی متناہی بنائیے۔

۴۸۔ دوسرے مصدروں کے ساتھ ”رہنا“ کے مشتقات کو بطور امدادی

افعال لگا کر پانچ فقرے بنائیے۔

۴۹۔ متعدی مصدر کی چار قسموں کی دو دو مثالیں بتائیے۔

۵۰۔ کچھ ایسے اسم بتائیے جن کے (۱) صرف مذکر استعمال میں آتے

ہوں۔ (۲) صرف مؤنث مستعمل ہوں۔

۵۱۔

